وہ چوتھی مرتبہ اسے جگانے آئیں تو وہ انہیں یونہی نیند میں دھت ملا جیسے کہ وہ پہلی بار تھا۔ وہ زچ ہوگئیں۔

"مومی! خدا کے لیے اٹھ جاؤ' نو بج چکے ہیں۔" انہوں نے اس کا کمبل کھینچا۔ جواباً اس نے اتنی مہربانی کی کہ کسمسا کر منہ تکیے میں گھسیڑ لیا۔

"کس قدر ڈھیٹ نیند ہے تمہاری۔" انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے جگ اٹھا کر ہاتھ میں پانی لیا اور اس کا چہرہ قدرے اپنی طرف موڑ کر چھینٹا دے مارا۔ ہیٹر لگے کمرے کے پرحدت ماحول میں پانی بھی نیم گرم ہو رہا تھا۔ اس عمل کا بھی تسلی بخش نتیجہ نہیں نکل سکا تھا۔

"مومی! اب بھی اگر تم نہیں اٹھے تو میں بابا جان کو فون کردوں گی پھر وہی آ کر تمہیں جگائیں گے۔" انہوں نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے دھمکایا تو وہ ان کی اس کھینچا تانی سے متاثر ہو کر جاگنے کی مہربانی کر ہی گیا۔

"اوہ ماما...... اتنی صبح۔" اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ آواز میں بھی نیند رچی ہوئی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ہیٹر آف کیا اور پردے سمیٹ کر لان میں کھلنے والی کھڑکیاں کھول دیں۔

"ماما! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟" وہ احتجاجاً کہتا اٹھ بیٹھا تو انہوں نے آرام سے کہا۔

"وہی جو مجھے سب سے پہلے کرنا چاہیے تھا۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے سات بجے جگا دیجیے گا۔ آج مجھے بابا جان کے ساتھ ناشتا کرنا تھا۔" وہ یوں خفگی سے بولا جیسے غلطی انہی کی ہو۔ انہوں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"میری جان! تم سات بجے اٹھنے والے ہوتے تو مجھے اتنی خواری اٹھانی نہ پڑتی۔ ابھی نو بج رہے ہیں۔"

"اچھا تو پھر سونے دیتیں ناں۔" اس نے کاہلی سے جمائی لی پھر بولا۔ "بابا تو اب آفس جا چکے ہوں گے؟"

"ظاہر ہے۔ اس عمر میں بھی وہ ہمارے لیے اتنی محنت کررہے ہیں۔ اگر تم ان کی بات مان لیتے تو آج انہیں بھی کچھ سکون ملتا۔"

بات کو سنجیدہ رخ پر جاتے دیکھ کر وہ فوراً محتاط ہوگیا۔

"ماما! آپ پھر سے لڑائی شروع کر رہی ہیں۔ اب جبکہ میں بابا جان کو راضی کرچکا ہوں اور میری جاب بھی اسٹارٹ ہونے والی ہے اور آپ ابھی تک یہی سب دل میں رکھے ہوتے ہیں۔"

"اگر تم ان کا بازو بن جاتے تو ان کا دل بڑھ جاتا۔ کیا میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کس دل سے تمہیں اجازت دی ہے۔ ان کا سینہ تو پہلے ہی فگار ہے۔ ایک بار پہلے بھی ان کے بیٹے نے ان سے یہی سلوک کیا تھا۔ پھر کیا بچا' ان کے پاس؟ فقط چند سلگتی یادیں اور دکھ کا انمٹ احساس۔" ان کی آنکھوں میں نمی اتری تو وہ بھی سنجیدہ ہوگیا۔

"مگر ماما۔ اس سب میں میرا کیا قصور ہے؟"

"وہ تمہیں اپنے خوابوں کی تعبیر کی صورت میں ڈھالنا چاہتے تھے پھر تم نے کیوں ان کی بات نہیں مان لی؟"

"ماما! یہ آپ کہہ رہی ہیں؟ جنہوں نے بچپن سے لے کر آج تک مجھے ایک ہی سبق پڑھایا۔ حب الوطنی محنت کی عظمت' مظلوم کی مدد...... اب یہ بڑھن کہاں سے درمیان میں آگیا؟" اس کا انداز تاسف سے پر تھا۔

"میں ان اسباق سے مکر نہیں رہی ہوں مگر جہاد کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں' اور بھی بہت سے طریقے ہوتے ہیں ظلم کا قلع قمع کرنے کے۔ اور یہ جو تم نے پروفیشن چنا ہے' اس میں شمولیت کو اگر تم جہاد سمجھتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ تم بابا جان کا بازو بنتے۔ کم از کم مجھے تمہیں پڑھائے ہوئے اسباق کے رائیگاں جانے کا تو افسوس نہ ہوتا۔"

"اف۔" ان کی حد درجہ بے رخی اور متنفر انداز اسے زچ کر گیا۔ وہ تنگ آ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ اب چاہے کچھ بھی کہیں مگر میں فیصلہ کرچکا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے پیارے بابا جان کی مکمل سپورٹ حاصل ہے۔" وہ بڑے تفاخر سے بولا تو انہوں نے گہری سانس بھری۔

"روک تو وہ تمہارے باپ کو بھی نہیں پائے تھے۔ مگر تم زیادہ خوش مت ہو کیونکہ تم پر ان کا سایہ بھی نہیں پڑا۔" وہ

جو خود کو باپ سے تشبیہہ دیئے جانے پر خوش ہو رہا تھا' ان کی آخری بات پر اس نے منہ بنایا تھا۔
"دیکھ لیجیے گا' ان سے کم نہیں ہوں گا۔"
"وہ تمہاری طرح نہیں تھے۔ بہت ذمے دار' فرض شناس اور محب وطن تھے۔" کمبل تہہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو وہ تلملا اٹھا۔
"یعنی آپ کہنا چاہتی ہیں کہ میں انتہائی غیر ذمے دار' کوتاہ بیں اور خدانخواستہ غدار وطن ہوں؟"
"تمہارے ان سارے ڈائیلاگ میں' میں صرف "غیر ذمے دار" سے متفق ہوں۔ باقی تو ابھی تم نے عملی زندگی میں قدم ہی نہیں رکھا۔ پھر اسے بھی دیکھ لیں گے۔" اس کی نسبت وہ بڑے تحمل سے بولیں تو وہ پاؤں پٹختا باتھ روم میں چلا گیا۔ ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ اس کے کمرے میں پھیلی چیزیں سمیٹنے لگیں جو اس کی ذات ہی کی طرح بے ترتیبی سے پڑی تھیں۔
رات کو کھانے کی میز پر بابا بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے مگر وہ پتا نہیں کہاں رہ گیا تھا۔
"بابا! آپ شروع کریں۔ وہ نکما اپنے دوستوں میں بیٹھا ہوگا۔ آج آنے دیں اسے۔ بھوکا ہی رہے گا۔" انہیں بھی مختشم کی بے قاعدگی سے چڑ تھی۔ بابا مسکرا دیے۔
"یہ لڑکا بھی اتنا ہی تنگ کرتا ہے جتنا کہ اس کا باپ کرتا تھا۔"
"نہیں بابا! ارقم کی بات اور تھی۔ وہ ایک کاز کے لیے ہمیں تنگ کرنے کا باعث بنتے تھے' یہ الگ بات ہے کہ اس وقت تک ہم ہی بے خبر تھے۔ اور پھر مختشم تو ان سے بالکل الگ ہے۔ انتہائی غیر ذمے دار۔"
"ارے نہیں ربداء بیٹا' وہ اپنے باپ سے الگ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور پھر وہ غیر ذمے دار تو نہیں ہے' بس ذرا کھلنڈرا اور لاابالی سا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اس پر کوئی ذمے داری نہیں پڑی۔ ورنہ خون تو وہی ہے اس کی رگوں میں' ایک شہید باپ کا' جس نے ایک نیک مقصد کے لیے جان دے دی۔" مختشم کی صفائی پیش کرتے ہوئے ارقم کا ذکر آیا تو ان کی آواز میں کپکپاہٹ اتر آئی۔ ربداء نے بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ گزرتے ماہ و سال نے انہیں کس قدر بوڑھا کر دیا تھا۔ کبھی ان کی صحت قابل رشک ہوا کرتی تھی مگر اب وہ عمر کے اس موڑ پر تھے جہاں انہیں فقط آرام کی ضرورت تھی مگر ارقم کے بعد تو انہوں نے جیسے خود کو ربداء اور بزنس کے لیے وقف کر دیا تھا۔ پھر جب مختشم' ارقم کی آخری نشانی ان کی گود میں آئی تو وہ پھر سے توانا ہوا تھے۔ لیکن یہ بات ربداء اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ تھک چکے ہیں۔ اسی لیے جب مختشم نے ان کی خواہش کے برعکس پولیس فورس جوائن کرلی تو سب سے زیادہ ربداء ہی اس سے خفا ہوئی تھیں۔
"لیکن بابا! یہ بھی تو دیکھیں کہ اس پر میری تربیت کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔ میں نے اسے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ اپنی من مانی کرے۔ اور پھر اس نے جاب کے لیے محکمہ بھی چنا تو کون سا جو اس کے باپ کو نگل گیا۔ جہاں سوائے بددیانتی' ضمیر فروشی اور بے حسی کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔" انہیں اپنی برسوں کی ریاضت کے اکارت جانے کا خیال رلانے لگا۔ باباجان نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔
"اتنی بے اعتباری ٹھیک نہیں ہوتی بیٹا۔ کوئی بھی پروفیشن برا نہیں ہوتا۔ ہاں لوگ ضرور برے ہوتے ہیں۔ اور یہ ہماری کوتاہ بینی ہے جو ہم اس پروفیشن کو برا کہنے لگتے ہیں۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح کھلے دل سے مختشم کی حمایت کی تھی۔ ساتھ ہی انہیں سمجھایا بھی تھا۔
"لیکن میں یہ نہیں چاہتی تھی بابا جان۔" انہوں نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے خفگی سے پر لہجے میں کہا۔ "میں تو یہ چاہتی تھی کہ وہ کوئی بہت اچھا کام کرے جس سے لوگ اسے اس کے باپ سے تشبیہہ دیں۔"
"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اب وہ کوئی بہت برا کام کرنے جا رہا ہے؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا تھا۔
"بابا! آپ جانتے ہیں کہ مجھے اس پروفیشن سے نفرت ہے جس نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔ میری زندگی اجاڑ

urdunovels.net

دی۔ ایک بے گناہ انسان کو اس کی سچائی اور حب الوطنی کی سزا دی۔" وہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کر رہی تھیں۔ ان کا دکھ بھی تازہ ہونے لگا۔ بھری جوانی میں جوش اور امنگوں سے بھرا دل لیے ان کا بیٹا انہیں چھوڑ گیا تھا۔ اس کی موت پر اخباروں نے بہت کچھ لکھا تھا۔ صحافیوں نے اور تمام اخبارات کے مالکان نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ مگر ہوا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ پولیس نے چند دنوں تک تن دہی سے ان "گمنام مجرموں" کو تلاش کیا جنہوں نے ارقم نیازی کو پولیس اسٹیشن کے سامنے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ پھر چند مہینوں کے بعد یہ فائل بھی دوسری فائلوں کے نیچے دب گئی۔ ویسے ہی جیسے ارقم نیازی ساری حسرتیں اور ارمان لیے منوں مٹی تلے دب گیا تھا۔

اور اب محتشم نیازی تھا۔ بے حد پرجوش مگر اپنے باپ سے بالکل جدا۔ وہ مشرق تو یہ مغرب۔

ارقم جس قدر رکھ رکھاؤ والا، سنجیدہ اور لیے دیئے رہنے والا تھا، محتشم اسی قدر کھلنڈرا، لاابالی اور ہر بات کو ایزی لینے والا تھا۔ اس کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ شوخی و شرارت میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ہاں ایک بات جس پر سب متفق تھے وہ یہ تھی کہ ذہانت میں وہ اپنے باپ کا پرتو تھا۔ شروع سے اب تک پڑھائی میں وہ آؤٹ اسٹینڈنگ پوزیشن لیتا رہا تھا اور باپ ہی کی طرح وہ دوسروں کو بحث میں ہرانا اور قائل کرنا بھی جانتا تھا۔

اب بھی اس نے سب کی شدید ترین مخالفت کے باوجود پولیس کی نوکری کو ترجیح دی تھی۔ جب اس نے سی ایس ایس کا امتحان دیا تھا، تب تک ربداء اسے محتشم کے شوق پر محمول کرتی رہی تھیں مگر اس کے بعد جب کامیاب ہونے پر اس نے پولیس میں جانے کا نام لیا تو وہ بھڑک اٹھیں۔ مگر وہ بہت آسانی سے جیت گیا تھا۔

"انسان اپنا ماحول خود بناتا ہے۔ کوئی بھی اچھائی یا برائی آدمی ہی کے عمل سے پنپتی ہے اور پھر تمہیں تو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ ہمارا خون ہے۔ جب ہم ہی اس سے توقعات وابستہ نہیں کریں گے تو اس میں خود اعتمادی اور مضبوطی کیسے پیدا ہوگی؟" بابا نے ربداء کو ہلکی سی سرزنش کی تھی۔

"آپ کچھ بھی کہیں بابا۔ مگر میرا دل مطمئن نہیں۔ موی ہمیشہ میری توقعات کے برخلاف کرتا آیا ہے۔ کبھی کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتا اور یہ پروفیشن بھی اس نے اپنی دلچسپی کی وجہ سے چنا ہے ورنہ اسے تو خود سدھرنے کی ضرورت ہے اور چلا ہے معاشرے کو سدھارنے۔" ربداء کے ہر لفظ سے ناگواری و ناپسندیدگی جھلک رہی تھی۔ باباجان گہری سانس لے کر رہ گئے۔

"وہ صرف لاابالی ہے ربداء، اور وہ بھی فقط اس لیے کہ ہماری محبتوں نے اسے ایسا کر دیا ہے۔" ان کی بات نے ربداء کو مرجھا سا دیا۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میری ہی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ میں نے ارقم کی روح سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کرنے میں مجھ سے ہی کوتاہی ہو گئی ہے۔" ان کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی کھنک تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنی دل برداشتہ کیوں ہو رہی ہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ اپنے باپ کا نام روشن کرنے کا سبب بنے گا۔ خدانخواستہ وہ ایسا کوئی کام تو نہیں کر رہا جو بدنامی کا باعث ہو۔"

"یہ تو آپ کہہ رہے ہیں نا۔ ورنہ لوگ تو پولیس والوں سے یوں بچتے ہیں جیسے وہ بھوت پریت ہوں یا کوئی چھوت کی بیماری۔"

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں بیٹا جی کہ چند کالی بھیڑوں نے اس محکمے کو بدنام کر رکھا ہے۔ اب ضرورت ہے موی جیسے نئے، صاف اور پرجوش خون کی جو اپنی پوری ایمانداری اور بھرپور انصاف سے اس محکمے کی پیشانی پر لگے بدنما داغ کو مٹا دے۔" انہوں نے بڑے تحمل سے کہا تو ربداء مایوس کن انداز میں بولیں۔

"چلیں مان بھی لیا کہ موی ان کے رنگ میں نہیں رنگا جائے گا مگر وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے؟ اس معاشرے میں جہاں خاکروب سے لے کر وزیر تک کرپٹ ہیں۔"

"یہ تولیہ یہاں کیوں لے آئے ہو۔ وہیں واش روم میں کیوں نہیں لٹکایا؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ماما۔ ہے تو گھر میں ہی نا؟" وہ اطمینان سے اپنی پلیٹ بھرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ پھر بابا جان کو اپنی بات پر مسکراتے دیکھ کر خود بھی ہنسنے لگا۔ ربداء نے اسے گھورتے ہوئے تولیہ کو کرسی کی پشت پر پھیلا دیا۔

"ایک تو ماما آپ بھی بس آدمی کو بالکل پرفیکٹ دیکھنا چاہتی ہیں۔" وہ انہیں چھیڑ رہا تھا۔

"میری ایسی مجال کہاں کہ تمہیں پرفیکٹ بنا سکوں۔ تم تو آدمی ہی بن جاؤ تو بڑی بات ہے۔" ربداء کے بھرپور طنز پر وہ تلملا اٹھا۔

"ماما! یہ آپ زیادتی کر رہی ہیں۔"

"جب تم ہر کام میں کمی کرو گے تو میری طرف سے خود بخود زیادتی ہوگی۔" ربداء نے بڑی خوب صورتی سے گرہ لگائی تھی۔

"کیوں...... مجھ میں ایسی کیا کمی ہے؟" وہ خفا ہونے لگا۔

"سب سے بڑی کمی پابندی وقت کی ہے۔ تم کبھی بھی، کہیں بھی وقت پر نہیں پہنچتے۔" ربداء ہنوز پرسکون انداز میں اسے بتا رہی تھیں۔ پھر قدرے تاسف سے بولیں۔

"اور میں یونہی تمہاری جاب کی طرف سے پریشان ہوتی رہی۔ پولیس کا تو ویسے بھی یہی کام ہوتا ہے کہ پہلے قتل یا ڈکیتی ہو جائے تب جائے واردات پر پہنچتی ہے۔"

"بس آ گئیں نا اپنی اصلی بات پر۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "مگر میری پیاری ماما جان! قاتل اور ڈاکو کبھی بھی پولیس والوں کو اطلاع دے کر جرم نہیں کرتے۔ پھر پولیس کیسے وقت پر وہاں پہنچ سکتی ہے؟ پتا نہیں آپ لوگ پولیس کو اس قدر مافوق الفطرت مخلوق کیوں سمجھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے، کسی واردات کی اسے اطلاع ملے گی تو وہ وہاں پہنچے گی نا۔ ہاں اگر وہ مجرموں تک پہنچنے میں کوتاہی سے کام لے یا قانون کے تقاضے پورے نہ کرے، تب آپ اسے برا بھلا کہہ سکتے ہیں۔" وہ بڑی کامیابی سے اپنا دفاع کر رہا تھا۔

"مگر تم تو اپنی روش بدل ہی لو تو بہتر ہے۔ وعدہ کر کے بھی وقت پر نہیں پہنچتے۔" ربداء ابھی بھی مطمئن نہیں تھیں۔ وہ کھانے سے ہاتھ روک کر بے چارگی سے بابا کو دیکھنے لگا جو ان دونوں ماں بیٹے کی بحث سے خاصے محظوظ ہو رہے تھے۔ وہ فوراً اس کی نظروں کا مطلب سمجھ گئے۔

"چلو اب بس کرو بھئی۔ ابھی دن ہیں اس کی آزادی کے۔ اٹھا لینے دو لطف اسے۔"

"آہا! کہیں آپ لوگ میری شادی سے متعلق تو پلان نہیں کر رہے؟" وہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑے اشتیاق سے بولا تو ربداء نے گھور کر اسے دیکھا۔

"پہلے نوکری کر کے چار پیسے تو کما لو پھر شادی کے خواب بھی دیکھ لینا۔ اگر کوئی راضی ہوئی تو۔" آخری جملہ اگرچہ ربداء نے کافی آہستہ آواز میں کہا تھا مگر وہ محتشم کی سماعت سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

"پتا نہیں آپ کس دنیا میں رہتی ہیں، ماما۔ آپ کو اپنے بیٹے کی مقبولیت کا علم ہی نہیں۔ گھر بیٹھے رشتے آئیں گے۔" اس کے انداز میں شرارت مخفی تھی۔ بابا جان بے ساختہ ہنس دیے۔

"رشتے یا شکایتیں؟" ربداء نے بھی اسی انداز میں پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"شکایتیں بھی یقیناً ہوں گی۔ ظاہر ہے، ہر ایک لڑکی چاہے گی کہ مجھ سے شادی کرے۔"

"اونہہ...... یہ منہ اور......" ربداء بدبداتی ہوئی اپنی پلیٹ پر جھک گئیں، جبکہ اس نے ہنستے ہوئے بابا جان کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی تھی۔

❖❖❖

سگنل پر پولیس آفیسر اور دو سپاہیوں کو دیکھ کر اس نے بے اختیار گہری سانس لی تھی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا، ہماری پولیس کا آفیسر اتنا

urdunovels.net

وجیہہ اور اسمارٹ۔" ماہین نے توصیفی انداز میں کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"یہ فقط دیکھنے میں ہی نہیں بلکہ اپنے کارناموں میں بھی بہت "اسمارٹ" ہوتے ہیں نا۔"

مگر وہ تینوں ہی ایس پی کی پرسنالٹی سے خاصی متاثر ہو رہی تھیں۔ جلد ہی ان کی باری بھی آ گئی۔ ایس پی نے اپنی اسٹک سے شیشہ بجایا تو اس نے گہری سانس لے کر بٹن دبا دیا۔ خودکار شیشہ نیچے ہو گیا۔

"لائسنس اور کاغذات دکھایئے محترمہ۔"

اس کے شائستہ انداز پر ماہین نے ساتھ بیٹھی لبنیٰ کی پسلیوں میں کہنی چبھوئی تھی۔

"مگر کیوں؟" عشب کی ڈھٹائی قابل دید تھی۔

"محترمہ! آپ کو یہ سوال تو نہیں کرنا چاہیے۔ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں تو دکھا دیجیے۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"دیکھیے! ہم اس ملک کے معزز شہری ہیں' کرمنل نہیں۔ آپ کو کم از کم خواتین کا تو احترام کرنا چاہیے۔" عشب نے گویا اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔

"آپ ڈرائیونگ لائسنس اور کاغذات دکھا دیں' یقین مانیں' میں دوبارہ آپ کو سیلیوٹ ضرور کروں گا۔" وہ بہت ٹھنڈے لہجے میں کہہ رہا تھا اور وہ تینوں سانس روکے عشب کی حرکتوں کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ قطعی نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ یہ خوامخواہ کی بحث کیوں کر رہی ہے۔

"عشب! دکھا دو نا' کیوں خوامخواہ بات بڑھا رہی ہو؟" ثنا نے دانت پیستے ہوئے بظاہر بڑے رسان سے کہا تھا۔

"دیکھیں' بات اصل میں یہ ہے کہ یہ میرے ابو کی گاڑی ہے اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ میرے پاس نہیں ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی تو وہ تینوں صدمے کی سی کیفیت میں اسے دیکھنے لگیں۔ ایس پی چند قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"ذرا نیچے اتریئے گا محترمہ۔"

"چل تو جلال تو۔" وہ تینوں خوفزدہ تھیں' ان کے برعکس عشب بڑے اطمینان سے نیچے اتر گئی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہے؟" لبنیٰ کی آواز لرز رہی تھی۔

"وہی جو نظر آ رہا ہے۔" ماہین اور ثناء کا بھی وہی حال تھا۔

"کیا آپ کو پتا نہیں کہ آپ کی اس حرکت سے آپ کو کوئی نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے؟" اب وہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔ عشب کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"دیکھیں آپ کو جو کرنا ہے کر لیں۔ مگر مجھ سے کوئی فضول بات مت کریں۔" وہ غصے سے بولی تو ماہین کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ پاگل ہو گئی ہے کیا؟"

"کاش اس لانگ ڈرائیو پر آنے سے پہلے میں ڈیش بورڈ چیک کر لیتی۔" لبنیٰ کراہی تھی۔

"میں نے تو فقط گاڑی کے کاغذات مانگے ہیں۔" ایس پی کا سکون قابل دید تھا۔ عشب نے کچھ سوچ کر گاڑی میں سے اپنا بیگ نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے پانچ سو کا نوٹ نکال کر دو انگلیوں میں دبا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" اب کی بار ایس پی نے بھویں اچکا کر پوچھا تھا۔ وہ کمال بے نیازی سے بولی۔

"اسے کاغذ کہتے ہیں۔"

جواباً ایس پی نے نوٹ لینے کے بجائے اس کی کلائی مضبوطی سے جکڑی تو ان تینوں کا دم حلق میں اٹکنے لگا۔

"شیر خان! رشوت دینے والے کی کیا سزا ہے قانون میں؟" اس نے اونچی آواز میں پیچھے کھڑے سپاہی سے پوچھا تو اس نے دانت نکوستے ہوئے فوراً دفعہ لگا دی۔

"پھر کیا خیال ہے' تین ماہ کے لیے جیل جانا پسند فرمائیں گی' معزز شہری صاحبہ؟" وہ بہت طنز بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ لبنیٰ فوراً اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اتری تھی۔

"دیکھیں آفیسر' آپ پلیز اس پہلی غلطی کو معاف کر دیں' دراصل اس کا ذہنی توازن ذرا......" لبنیٰ نے اپنی

طرف سے بات سنبھالنے کی کوشش کی تھی مگر اس کی اس کوشش کو عشب نے غرا کر ناکام بنا دیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"وہ...... دراصل......" لبنیٰ حد درجہ گڑبڑا گئی۔

"وہ دیکھیں، آپ یقین کریں کہ ہم ایسی ویسی لڑکیاں نہیں ہیں۔ وہ بس اتفاق سے گاڑی کے کاغذات گھر رہ گئے ہیں۔"

"اور یہ جو انہوں نے مجھے رشوت دینے کی کوشش کی ہے وہ؟" اس نے عشب کا ہاتھ لہرایا جو ابھی تک اس کی گرفت میں تھا۔

"یہ......" لبنیٰ نے دل ہی دل میں عشب کو کوستے ہوئے تھوک نگلا تھا۔ "یہ تو انعام ہے آپ کا۔ آپ اتنی فرض شناسی کا مظاہرہ جو کر رہے ہیں تو یہ اس نے خوش ہو کر آپ کو دیا ہے۔"

گاڑی میں بیٹھی سروں پر دوپٹے لپیٹے معزز ترین نظر آنے کی کوشش کرتی ماہین اور ثنا نے دل ہی دل میں لبنیٰ کی کوشش کو سراہا تھا۔

"تم کیوں گڑگڑا رہی ہو ان کے سامنے، یہ شاید جانتے نہیں، میرے ابو بہت بڑے آدمی ہیں۔" عشب نے لبنیٰ کو آنکھیں دکھاتے ہوئے تفاخر سے کہا تو وہ آرام سے بولا۔

"سب کے ابو بڑے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تو کبھی کسی کے چھوٹے سے ابو نہیں دیکھے۔ آپ کی عمر سے اندازہ لگایا جائے تو آپ کے ابو کی عمر بھی پچاس، پچپن برس تو ہوگی۔" وہ بڑے آدمی کی اصطلاح کو اور ہی معنوں میں لے گیا تھا جہاں ان تینوں کو بے اختیار ہنسی آئی وہیں خجالت سے عشب کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ اس کے بعد لبنیٰ نے ہی سارا معاملہ رفع دفع کیا تھا۔

"اوکے مس، مگر آپ سنجیدگی سے اپنی دوست کا علاج کرائیں ورنہ کبھی کوئی بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے اچٹتی نگاہ عشب کے لال بھبھوکا چہرے پر ڈالتے ہوئے مشورہ دیا تو وہ تلملا کر پیر پٹختی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" لبنیٰ اس کے سینے پر آویزاں بیج پر سرسری نظر ڈالتے ہوئی اس کا شکریہ ادا کر کے گاڑی میں آ بیٹھی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ایک جھٹکے سے آگے بڑھائی تھی۔

"کس قدر خبیث ہو تم عشب، ذرا جو ہوا لگنے دی ہو کہ گاڑی کے کاغذات نہیں ہیں۔" لبنیٰ اس پر الٹ پڑی تھی۔ وہ اطمینان سے بولی۔

"ابو کو میری ڈرائیونگ پر زیادہ اعتبار نہیں ہے اس لیے وہ کاغذات گاڑی میں نہیں رکھتے۔"

"اور تم نے پھر بھی کم نہیں کیا۔" ماہین کا دل ابھی بھی قابو میں نہیں تھا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا یار۔ اصل چیز تو چابی ہوتی ہے جو میں نے بڑی آسانی سے اڑا لی تھی۔" وہ اطمینان سے بولی پھر مرر میں اس پر نظر پڑی تو وہ حیران ہو گئی۔ بے اختیار ہی گاڑی کی اسپیڈ کم کرتے ہوئے اس نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ تم اتنی نیک بی بی کب سے بن گئی ہو؟" وہ ہنس رہی تھی۔

"یہ سب اس پولیس آفیسر کی دہشت کا نتیجہ ہے۔ میں نے سوچا چہرے پر جی بھر کر مسکینیت طاری کر لیں۔ ان کو تو اچھے اچھوں کی شکل کرمنلو سے میچ کرتی دکھائی دینے لگتی ہے۔" ماہین نے صاف گوئی سے کام لیا تو گاڑی ان کی ہنسی سے گونج اٹھی۔

"ویسے بندہ تھا زبردست۔" ثنا نے تعریف کی تھی۔

"اونہہ...... نہ منہ نہ متھا......" عشب نے بیزاری سے کہا تھا۔

"واقعی یار، اخلاق کا بھی اچھا تھا، کوئی اور ہوتا تو پکڑ کے جیل میں ڈال دیتا۔" ماہین نے ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"اس کا نام بھی بڑا زبردست تھا۔ ویسے اسپیلنگ کرنے میں ٹائم تو کافی لگتا ہے مگر نام اچھا ہے۔ محتشم

نیازی۔" لبنیٰ کی بات پر وہ دونوں ہنس دیں' جبکہ عشب کی تیوریاں کم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔

"تم لوگ تو بس ظاہری شکل پر فوت ہو جایا کرو۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور پولیس والا ہوتا تو کبھی بھی خواتین کی گاڑی روکنے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ تو انہیں نئی نئی افسری کا خمار ہوتا ہے اس لیے ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔"

"خیر! ایسی تو کوئی حرکت نہیں کی اس نے۔" لبنیٰ نے فوراً ایس پی کی سائیڈ لی تو وہ جل بھن کر رہ گئی۔

"وہ تو جب میں ابو کو بتاؤں گی تو پھر دیکھنا' اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔"

"اور اگر اس نے تمہاری حرکت بتادی تو اپنا بھی حشر دیکھ لینا' ابو کے ذریعے۔" ماہین نے اسے ڈرایا تھا۔

"تم دیکھنا تو سہی۔" اس نے کہتے ہوئے ایک دم سے بریک لگائی تو ایک جھٹکے سے گاڑی رکنے سے وہ تینوں بے اختیار آگے کو لڑھک گئیں۔

"اے کاش' وہ ایس پی تمہیں آج رشوت دینے کے جرم میں حوالات میں بند کر دیتا۔" لبنیٰ نے ماتھا سہلاتے ہوئے اسے کوسا تھا۔ وہ ڈیش بورڈ سے جا ٹکرائی تھی۔

"اتر جاؤ اب۔ بڑی آؤٹنگ ہو گئی آج۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ لبنیٰ اسے گھورتے ہوئے نیچے اتری تھی۔

"کل کالج آجانا۔ تمہاری عادت ہے چھوٹی موٹی چوٹ کو سیریس بنا لینے کی۔" عشب نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے چھیڑا تو وہ ہنستی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

"ویسے اگر ایس پی کی فضول شکل نظر نہ آتی تو مجموعی طور پر دن اچھا گزرا ہے۔" اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے اس نے رائے زنی کی تھی۔

"اور میرا بشمول ایس پی کی فضول شکل کے دن اچھا گزرا ہے۔" ماہین نے شرارت سے کہا تو ثناء کے ساتھ ساتھ عشب کو بھی ہنسی آ گئی۔

❖❖❖

"موٹی! اب آ بھی جاؤ' خدا کے لیے۔" ربداء ریلنگ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔ جب سے محتشم نے ہوش سنبھالا تھا' اپنا بیڈ روم ربداء نے اس کے حوالے کر دیا تھا۔

"اس لڑکے کو آوازیں دیتے ہوئے میرا حلق خشک ہو چلا ہے۔ مگر مجال ہے جو جلدی آ جائے۔" انہوں نے شکایتاً بابا جان سے کہا جو اسپورٹس چینل پر میچ کی جھلکیاں دیکھنے میں مگن تھے۔ وہ مسکرا دیئے۔ ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بولتا چلا آیا۔

"شکریہ ادا کریں میرا' جو اس "مریاض" سے آپ کے گلے میں سر پیدا کرا دیا ہے میں نے۔" اس کے انداز میں حد درجہ شرارت تھی۔ اب کی بار بابا جان کے ساتھ ربداء بھی ہنس دیں۔

"باتوں میں تو تم سے کوئی جیت ہی نہیں سکتا۔"

"نوٹ کر لیں بابا۔ ابھی پچھلے دنوں کیرم اور لوڈو کی بازی ہارنے پر بھی انہوں نے یہی الفاظ کہے تھے۔" وہ فوراً بولا تو بے ساختہ مسکراتے ہوئے ربداء نے نظر بھر کے اپنے بھرپور جوان بیٹے کو دیکھا تھا' جس نے ہر نقش اپنے باپ کا چرایا تھا۔ البتہ اس کی آنکھیں ربداء کی یاد دلاتی تھیں۔ ربداء کی آنکھوں میں ہلکی سی اداسی کے ساتھ نمی تیرتی رہتی تھی' جبکہ اس کے برعکس محتشم کی آنکھوں میں شوخی و شرارت اور ذہانت کی چمک تھی۔

"لگ رہا ہوں نا اسمارٹ؟" ربداء کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے وہ شرٹ کا کالر چھو کر شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھا اب زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔ پہلے ہی کافی لیٹ ہو گئے ہیں ہم۔" ربداء نے اسے جھاڑا تھا۔ "ہارون بھائی اور بینا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"ماما! ایک تو آپ کو ہر جگہ وقت پر پہنچنے کی بیماری ہے۔" وہ مصنوعی بیزاری سے کہتا آگے بڑھا پھر ٹھٹک گیا۔ "بابا آپ کیوں نہیں جا رہے؟"

"میں اس وقت ایک بہت ضروری کام میں مصروف ہوں۔"

"چلیے۔" وہ گہری سانس لے کر پلٹا تھا۔ ربداء آگے

چل دیں۔

''جب سے تمہاری جاب شروع ہوئی ہے' تم نے ہر جگہ جانا چھوڑ دیا ہے۔ بینا بھی گلہ کررہی تھی۔''

''یہ اچھی رہی' پہلے جب میں کہیں جاتا تھا' تب بھی آپ ڈانٹتی تھیں' اب جبکہ فقط جاب کررہا ہوں تب بھی خفا ہورہی ہیں۔''

''مگر ایسا بھی کیا کہ انسان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے نوکری کا ہو کررہ جائے۔''

''ماما! نئی نئی نوکری ہے۔ اور پھر خود ہی تو کہتی ہیں کہ انسان کو اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے انجام دینی چاہیے۔''

''بات کو گھمانا پھرانا کوئی تم سے سیکھے۔''

''بس ہار گئیں؟'' وہ ہنسنے لگا تھا۔ ربداء بھی ناچار ہنس دیں۔ پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

''اب میں سوچ رہی ہوں کہ ہارون بھائی سے بات کرہی لوں تمہاری شادی سے متعلق۔''

''اف ماما' کچھ تو خیال کریں۔ اس جنگلی لڑکی سے شادی کروں گا میں؟'' اس نے ونڈ اسکرین سے نظر ہٹا کر انہیں دیکھا۔ انداز پراحتجاج تھا۔

''تمہیں تو وہی قابو کرے گی۔'' ربداء مسکرا دیں۔ اس نے گہری سانس لی۔

''ایمان سے ماما۔ وہ لڑکی بچپن سے لے کر اب تک میری دشمن رہی ہے۔''

''اچھا؟'' ربداء مصنوعی تاسف سے بولیں۔ پھر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''پھر تو یہ سارا معاملہ فضول ہی ہے۔ ہم اپنے بیٹے کے لیے کوئی اور اچھی سی لڑکی دیکھ لیں گے۔''

معاملے کو یکلخت پلٹتے دیکھ کر وہ گڑبڑا گیا۔

''نن نہیں ماما۔ اب اگر آپ انکل اور آنٹی سے بات کرہی چکی ہیں تو میرا فرض بن گیا ہے کہ میں آپ کی زبان کا پاس رکھوں۔'' اس نے بڑے طریقے سے بات سنبھالنا چاہی۔ ربداء نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

''ارے نہیں بیٹا۔ کیا فائدہ ایسی لڑکی گھر میں لانے کا جس نے بچپن سے اب تک تمہیں تنگ کیا ہو۔ ہم کوئی اور اچھی سی......''

''لیکن ماما۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر بولنے لگا تو اسے روک گئیں۔

''تم خود ہی تو کہہ رہے تھے۔''

''لیکن ماما اگر سب اپنے بیٹوں کے لیے اچھی سی لڑکی تلاش کرتے رہے تو پھر وہ بے چاری تو کنواری رہ جائے گی اس لیے ''ترس کھا کر'' میں اس سے شادی کرلوں گا۔'' اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کررہا تھا۔ ''اور پھر ہارون انکل تو پاپا کے بہترین دوست رہے ہیں اور مجھے تو وہ بالکل سگے بھتیجے کی طرح سمجھتے ہیں۔ پھر میں کیوں نہ ان کا بوجھ ہلکا کردوں۔''

اس کے انداز گفتگو پر ہنستے ہوئے ربداء نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا تھا۔

''اگر یہ سب ان کے سامنے کہہ دو تو وہ تمہیں گھر میں نہ گھسنے دے۔''

''ہاہ۔ میرا فیوچر......'' اس نے گہری آہ بھری تو ربداء نے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ کوئی اچھی سی......''

''ارے نہیں ماما' یہی اچھی ہے۔''

ربداء کے ساتھ معتشم کو دیکھ کر اس کا منہ بن گیا تھا۔ وہ ہارون سے مل رہا تھا' بینا سے مل کر ربداء نے اسے گلے لگایا تھا۔

''کیسی ہو تم؟'' ربداء نے محبت سے اس کی پیشانی چومی تو وہ مسکرا دی۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''اور بھتیجے تم کہاں ہوتے ہو؟ دکھائی ہی نہیں دیتے اب؟'' ہارون اس سے شکایت کررہے تھے۔ وہ ہنس دیا پھر برجستگی سے بولا۔

''میں اب قانون شکن لوگوں کے پیچھے ہوتا ہوں جس دن آپ نے بھی کوئی ایسا کام کیا' میں آپ کو آپ کے اردگرد دکھائی دینے لگوں گا۔''

"خدا نہ کرے۔" ربداء نے اسے گھورا تھا۔ "اتنے شریف اور معزز لوگوں کو قانون شکنی کرنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔"

"اونہہ...... آپ کو کیا پتا میری معصوم ماما۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔ پھر ہارون کی طرف متوجہ ہوا۔ "ابھی پرسوں ہی کی بات ہے' اچھی خاصی معزز دکھائی دینے والی چار لڑکیاں بغیر گاڑی کے کاغذات کے سیر سپاٹے کے لیے نکلی ہوئی تھیں۔ اب کسی کی شکل پر تو نہیں لکھا ہوتا نا کہ کوئی شریف ہے یا مجرم۔ وہ تو میری رحم دلی عود کر آئی جو میں نے انہیں معاف کر دیا ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ انہیں پیدل ہی گھر جانا پڑ جاتا۔" وہ بڑے تفاخر سے اپنی رحم دلی کا قصہ سنا رہا تھا۔

عشب اپنی جگہ تلملا اٹھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بولنا پڑا تھا۔

"لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں جیسی تم سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں' ایسی نہیں ہوتیں۔" عشب سے سال بھر چھوٹے علی نے اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ "یہ جو مسکین و معصوم بیبیاں نظر آتی ہیں نا' اصل میں تو یہی کم منلو ہوتی ہیں۔ تم نے دیکھیں نہیں ہالی ووڈ کی موویز؟ سب لیڈیز اسمگلر ہوتی ہیں ان میں۔ اور شکل وصورت بالکل تمہارے جیسی' یعنی بی معصومہ۔" وہ تو یوں بھی بنا سوچے سمجھے بولتا تھا' اب بھی بات نادانستگی میں عشب تک لے آیا تو وہ خجالت سے سرخ پڑ گئی۔ اس پر محتشم کے قہقہے نے الگ جان جلا دی۔

"اونہہ...... فضول انسان نہ۔" وہ جل کر ربداء کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "آنٹی' میں سخت خفا ہوں بابا جان سے۔ کتنی مرتبہ میں نے انہیں کہا ہے کہ وہ روزانہ آیا کریں مگر وہ ہمیشہ ٹال دیتے ہیں۔"

ربداء نے ہنس کر اس کا رخسار چھوا تھا۔

"تمہیں پتا ہے نا' وہ کرکٹ کے کریزی ہیں۔ اب بھی بس مگن تھے اسی میں۔"

"تو شرم کرو۔ وہ بزرگ ہو کر تم سے ملنے آئیں گے۔ حد ہوتی ہے بداخلاقی کی بھی۔ تمہیں چاہیے کہ خود ان کے در پر حاضری دو نہ کہ انہیں یہاں بلوا رہی ہو۔" محتشم نے کچھ اس انداز میں اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا تھا کہ سب کے بیچ مارے خجالت کے اس کا چہرہ تپنے لگا۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہی۔ وہ میرے بابا جان ہیں۔ میں جب جی چاہے' ان کے پاس چلی جاؤں اور جب جی چاہے' انہیں یہاں لے آؤں۔"

"ہاں' ایسا ہی الہ دین کا چراغ ہو نا تم۔ ایک ڈرائیونگ لائسنس تو حاضر نہ ہو سکا تھا۔" وہ متواتر اسے زچ کیے دے رہا تھا۔

"ویسے مزے کی بات تو یہ ہے کہ یہ محترمہ بھی پرسوں اپنے ابو کی گاڑی چرا کر اپنی دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ کے لیے نکلی ہوئی تھیں' اور یہ کہ ان کے پاس بھی گاڑی کے کاغذات نہیں تھے اور آتی دفعہ اس کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔

یعنی کہ اس کا مطلب ہے......" علی نے بات شروع تو یونہی مزاح میں کی تھی مگر پھر محتشم کی محظوظ کن مسکراہٹ اور عشب کے برہم سے انداز پر وہ کبھی اسے اور کبھی محتشم کو دیکھتا شرارت پر اتر آیا۔

"اوہو تو یہ بات تھی۔" اس نے بھانڈا پھوڑنے والا انداز اپنایا تو عشب نے اسے اپنے لمبے ناخن دکھائے تھے۔

"میں ذرا کچن میں جا رہی ہوں۔" بات بگڑتی دیکھ کر وہ فوراً وہاں سے کھسک گئی۔ علی نے ہنستے ہوئے محتشم کے پھیلے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔

"بدتمیز...... گھٹیا انسان۔ اب اگر ذرا سی غلطی ہو ہی گئی تھی تو یوں شہدوں کی طرح جتانے کا کیا مقصد ہے۔ یہ شروع سے ہی ایسا ہے۔ میرا دشمن۔"

ان کے قہقہے کی آواز نے کچن تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

بہت جلتے کلستے ہوئے اس نے چائے بنائی تھی۔ پھر کیبنٹ میں سے بسکٹ اور نمکو کے پیکٹ نکالنے لگی۔

"اس علی کے بچے کو تو میں بعد میں پوچھوں گی۔ بڑا شرلاک ہومز بنتا جا رہا ہے۔ کیسے نقطوں کو جوڑ کر تصویر

بنا رہا تھا۔" اس کی تلملاہٹ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔
تمام برتن ٹرالی میں سیٹ کر کے سب سے آخر میں پائن ایپل فلیور فریش کیک فریج میں سے نکال کر بڑی پلیٹ میں رکھ کر ٹرالی لاؤنج میں لے آئی جہاں اس وقت شاید کوئی بے حد سنجیدہ سا مسئلہ ڈسکس کیا جا رہا تھا۔

"واہ' کیا ٹائمنگ ہے تمہاری۔ فلموں اور ڈراموں میں بھی لڑکیوں کی انٹری ایسے موقعوں پر یونہی ہوتی ہے۔" علی گویا پھڑک ہی اٹھا تھا۔ اس نے گھور کر دیکھا۔

"یہ "ایسے" اور "یونہی" سے کیا مراد ہے تمہاری؟ کیا مجھے سب سے ہٹ کر کچن میں بیٹھ کے چائے لانی چاہیے تھی؟"

سب کی مسکراہٹ کا مطلب اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ بھی مزید الجھے بغیر انہیں چائے سرو کرنے لگی۔ محتشم کی باری آئی تو وہ چونکا۔

"یہ رشوت تو نہیں ہے نا؟"

"وہاں بھی کیا پوچھ کر لیتے ہو؟" وہ فوراً حملے پر اتر آئی۔

"اونہوں۔" بینا نے تنبیہی انداز میں اسے منع کرنا چاہا تھا' جبکہ ہارون اور ربداء ہمیشہ کی طرح ان کی نوک جھوک سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"ان کی لینگویج نہیں دیکھ رہیں آپ۔" وہ خفا ہوئی۔ محتشم نے مسکراتے ہوئے کپ تھام لیا۔

"آنٹی! یہ کیک ٹیسٹ کریں۔ بہت محنت اور مشکل سے بنایا ہے میں نے۔" اس نے فوراً شیریں انداز میں ربداء سے کہا اور ساتھ ہی چھری سے ایک پیس کاٹ کر پلیٹ میں رکھا اور ربداء کی طرف بڑھایا مگر وہ پلیٹ بیچ میں سے ہی محتشم نے اچک لی۔ اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ خونخوار ہوئی' جب کہ وہ آرام سے چائے کا کپ تپائی پر رکھے اب کیک کھانے میں مگن تھا۔

"بھئی' ہر مشکوک چیز چیک کرنا ہم پولیس والوں کی عادت ہے۔ اگر مجھے کچھ نہ ہوا' تب میری ماما کھائیں گ اسے' جس کے امکانات کم ہی ہیں۔"

"ادھر لاؤ۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہیں عزت سے کوئی چیز دی جائے۔" عشب نے غصے میں آ کر اس کا با تھاما تھا۔ دوسرے ہاتھ سے پلیٹ چھیننے کی کوشش کی ج محتشم نے بڑی کامیابی سے اس کی پہنچ سے دور کر لی تھی۔

"دیکھا انکل' یہ قانون کو ہاتھ میں لے رہی ہے۔ اس نے ہارون کی توجہ اس طرف دلائی تو سب کی ہنسی عشب نے گڑبڑا کر اس کا بازو چھوڑا تھا۔

"موی! کبھی تو صلح صفائی سے بات کر لیا کرو۔" ربد نے اسے سرزنش کی تھی۔

"رہنے دیں بھابی۔ بچے یونہی شرارتیں کرتے' لڑ جھگڑتے ہی اچھے لگتے ہیں۔" ہارون ہمیشہ ہی محتشم کو سر چڑھانے کو تیار رہتے تھے۔ عشب کلس کر باقی سب کو کیک سرو کرنے لگی۔

"زبردست بھئی' بہت اچھا کیک بنانا ہے عاش نے۔" ربداء نے واقعی دل سے تعریف کی تھی۔ وہ کھ اٹھی۔

"اچھا ہے نا' اب میں علی کی برتھ ڈے پر بھی خود ب بناؤں گی۔"

"یہ ہاتھ دیکھو میرے۔" علی نے بوکھلا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔ "مجھے کوئی شوق نہیں ہے اپ پیدائش اور فوتگی کا دن ایک ساتھ منانے کا۔"

"ایڈیٹ۔" اس نے دانت کچکچائے تھے' جبکہ محتشم اس کی عزت افزائی سے خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔ جل سرخ سرخ عشب کا یہ روپ اسے ہمیشہ کی طرح بہت اٹریکٹو لگ رہا تھا۔ وہ سب باتوں میں مصروف تھے' جبکہ اب خفا خفا سی الگ بیٹھی چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔ سے پڑھائی کے متعلق ڈسکشن کے دوران محتشم ایک آد نگاہ اس کے لاپروا اور برہم سے انداز پر ڈالتا تو ہر بار ایک دھیمی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل جاتی تھی۔

رات کے کھانے سے پہلے ہی وہ لوگ اٹھ کھڑ

ہوئے تھے۔
''اب ذرا تم اپنے طور اطوار درست کرلو۔''
گاڑی مین روڈ پر آتے ہی ربداء نے بھی اسٹارٹ لے لیا تھا۔
''یہ مارشل لاء کیوں؟'' اس نے بھویں اچکا کر انہیں دیکھا۔
''میں نے بات کرلی ہے ہارون بھائی سے۔ اور تم زیادہ معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔ ایک ایک حرف سنا ہے تم نے۔'' اس کی معصومیت پر وہ چڑ سی گئیں۔ اس نے زور سے قہقہہ لگایا تھا۔
''کیوں میرے طور اطوار کو کیا ہوا ہے؟''
''تم اتنا زچ کیوں کرتے ہو اسے؟'' وہ سنجیدہ تھیں۔
''تو اس میں نئی بات کیا ہے۔ وہ تو میں بچپن سے کرتا آرہا ہوں۔ آپ نے دیکھا نہیں، وہ خود کیسے کھسی بلی کی طرح جھپٹتی ہے۔'' وہ لاپرواہانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ربداء نے اسے قدرے گھور کر دیکھا۔
''نئی بات ہی تو ہو رہی ہے۔ پہلے تم لوگ محض دوست تھے اب رشتے کی نوعیت بدل رہی ہے تو ظاہری بات ہے سب سے پہلے تمہارا رویہ تبدیل ہونے کی ضرورت ہے۔''
''لیکن میں اسے شادی کے بعد بھی اپنا دوست سمجھوں گا۔'' وہ بھی مطمئن انداز میں بولا۔ ''سب سے اچھا ریلیشن فرینڈ شپ ہوتا ہے، ماما۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی میری بہت اچھی دوست ہو، مجھ پر اعتماد کرے اعتبار کرے۔'' وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں انہیں اپنا نقطہ نظر سمجھا رہا تھا۔
''عاشی سے تو فقط تم نے دشمنی ہی پالی ہے۔ کبھی جو اسے تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے دیا ہو۔ ہارون بھائی کہہ رہے تھے کہ اس سے پوچھنا بھی ضروری ہے۔ اب دیکھو وہ کیا کہتی ہے۔'' وہ متفکر تھیں، جبکہ وہ ان کے خدشات کے برعکس شرارت کے موڈ میں تھا۔
''کہنا کیا ہے۔ اسے بھلا مجھ جیسا ہینڈسم بندہ مل سکتا ہے؟''
''خیر اب بندے کو اتنی بھی خوش فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔'' ربداء نے اسے چڑایا تو فوراً بولا۔
''لگاتی ہیں شرط؟''
''بس یہی کہہ رہی ہوں میں کہ یہ بچپنا اب چھوڑ دو۔'' ربداء نے ایک بار پھر اسے نصیحت کی تھی۔
''میری پیاری ماما، آپ دیکھ لیجئے گا، وہ دل و جان سے ہی نہیں بلکہ دل، جگر، گردوں اور پھیپھڑوں سے ہامی بھرے گی، آپ کے اس شیر جوان کے لیے۔'' وہ پچکارنے والے انداز میں بولا جب کہ لہجہ خاصا تفاخر آمیز تھا۔ ربداء فوراً اسے ٹوک گئیں۔
''اچھا یوں منہ پھیر کے خود کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔''
''اف میری معصوم ماما۔'' وہ ہنس رہا تھا جبکہ ربداء زیر لب آیۃ الکرسی کا ورد کر کے اس پر پھونکنے لگیں۔

❖❖❖

''امی! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ ہراساں ہوگئی۔
''اب سے نہیں، بہت پہلے سے سب کی یہی خواہش ہے۔'' بینا کے ہونٹوں پر مطمئن سی مسکراہٹ تھی۔
''سب کی ہوگی مگر میری نہیں ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی تو بینا تحیر سے اسے دیکھے گئیں۔
''حواسوں میں ہو تم کہ نہیں؟'' اس کا انداز انہیں سخت ناگوار گزرا تھا۔
''میں بالکل اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور آپ لوگوں نے اتنے آرام سے بغیر میری رضامندی جانے ہاں کیسے کردی؟'' وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔
''ہمارا دماغ خراب نہیں تھا جو انکار کردیتے۔ تم جانتی ہو کہ وہ گھرانہ تمہارے ابو کو کس قدر عزیز ہے۔ اور پھر ایسا آئیڈیل رشتہ بھی کبھی کبھار ہی ملتا ہے۔'' بینا کے انداز میں بھی ناگواری تھی۔ انہیں قطعاً شبہ نہیں تھا کہ عشب اس رشتے کی مخالفت کرے گی۔
''سیدھی سی بات ہے امی، موی کو تو میں شاید قبول کر

urdunovels.net

ہی لیتی مگر یہ جو اس نے پروفیشن سلیکٹ کیا ہے' اس سے مجھے شدید نفرت ہے۔ آئی ایم سوری۔" وہ بے حد صفائی سے بولی تو وہ ششدر رہ گئیں۔

"تمہیں کیا تکلیف دی ہے اس پروفیشن نے؟" ان کے تیور کڑے تھے مگر وہ بھی لگی لپٹی رکھنے کی قائل نہیں تھی۔

"آپ شاید اخبار نہیں پڑھتیں مگر مجھے سب خبر ہے۔ پلیز امی! آپ ابو سے صاف کہہ دیں' میری طرف سے انکار ہے۔"

"تم سے تو تمہارا باپ ہی بات کر سکتا ہے جس نے تمہیں سر چڑھا رکھا ہے۔" بینا کو علم تھا کہ اس سے بحث سوائے فشار خون کو بلند کرنے کے اور کچھ فائدہ نہ دے گی سو وہ دانت پیستی چلی گئیں۔

اس نے گہری سانس لی تھی۔

"مائی گاڈ۔ اونہہ۔ ایک وہی رہ گیا ہے پوری دنیا میں میرے لیے۔" اسے یہ بھی پتا تھا کہ یہ معاملہ یونہی ٹلنے والا نہیں ہے اس لیے اس نے خود ہی اس نئے قضیے سے نمٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔

رات سب کے سو جانے کا اطمینان کر لینے کے بعد اس نے تسلی سے فون لا کر اپنے کمرے میں رکھا اور بستر پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے ریسیور کان سے لگا کر نمبر ملانے لگی۔ اسے پتا تھا کہ وہ رات کو دیر تک ٹی وی دیکھنے کے عارضے میں مبتلا تھا۔ امید کے مطابق فون اسی نے ریسیو کیا تھا۔ اس کی آواز پہچان کر وہ عادتاً شوخ ہونے لگا۔

"اگر تم نے شام والی باتوں پہ ایکسکیوز کرنے کے لیے فون کیا ہے تو اٹس آل رائٹ' میں تمہیں پہلے ہی معاف کر چکا ہوں۔" اس کی لاف زنی پر وہ چڑ گئی۔

"بہت ذہین ہو' فوراً سمجھ گئے ہو کہ میں نے سوری کرنے کے لیے فون کیا ہے۔" وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے قدرے شگفتگی بھرے انداز میں بولی تو محتشم نے حیرت سے ریسیور کو گھورا۔

"مگر ذرا سی غلطی ہو گئی تم سے۔ میں نے اپنی شام والی غلطی پر سوری کرنے کے لیے نہیں بلکہ تمہاری غلطی پر سوری کرنے کے لیے فون کیا ہے۔" وہ تصحیح کرتے ہوئے بولی تو وہ الجھا۔

"کون سی میری غلطی؟"

"وہی جو تم نے مجھے پرپوز کر کے کی ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو وہ بے آواز ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"کیوں؟ تمہیں کیا تکلیف پہنچی ہے؟" وہ نارمل انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"مختصراً یہ مسٹر محتشم نیازی' کہ وردی والا شخص مجھے قطعی قبول نہیں ہے۔ اگر مجھے اپنانا ہے تو جاب چھوڑ دو۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہارے پیچھے اپنی جاب چھوڑ دوں گا۔ دیوانے کا خواب۔" وہ تمسخرانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ عشب چڑ گئی۔

"خواب تو تم دیکھ رہے ہو میرے۔ مگر میں نے اپنا فیصلہ بتا دیا ہے۔ گھر والوں کو بھی اور تمہیں بھی۔ اب تبھی آنا جب تم بھی کوئی فیصلہ کر لو۔ میں یا پھر جاب......"

محتشم کی پیشانی شکن آلود ہوتی جا رہی تھی۔

"مگر میری جاب تمہیں کیا تکلیف دیتی ہے؟"

"مائنڈ یو مسٹر...... میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو کہاں سے آئی اور کیسے آئی جیسے سوالوں کو نظر انداز کر کے شوہر کی کمائی دونوں ہاتھوں سے لٹاتی جاتی ہیں۔ میرے ابو نے ہمیں ایک ایک لقمہ حلال کا کھلایا ہے۔" وہ جو کچھ اسے جتانا چاہ رہی تھی' وہ بہت آسانی سے سمجھ گیا تھا۔

"میرے ساتھ ایسی کوئی پرابلم نہیں ہے جو تمہیں اوپر کی کمائی میں کشش محسوس ہو۔ یہ جاب میرا مشن ہے اور بس۔" اس نے بڑے تحمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر وہ اپنی بات پر جمی ہوئی تھی۔

"شوق سے کوئی بھی رشوت نہیں لیتا' اس پروفیشن میں سب عادتاً لیتے ہیں۔"

اس کی بات کے جواب میں چند لمحوں تک وہ خاموش

رہا تھا۔ پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کیا تم مجھے ایسا سمجھتی ہو؟''

''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے موی۔'' وہ اب بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

''تم سے دوستی اپنی جگہ اور جھگڑے اپنی جگہ۔ لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر میں کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ ایک پولیس آفیسر کی بیوی کی حیثیت سے لوگوں کی طنزیہ باتوں اور حقارت آمیز نظروں کا سامنا کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔ چاہے تم کچھ بھی کہو مگر ہمارے معاشرے میں پولیس کا جو امیج بن چکا ہے' وہ بہت مضبوط ہے۔ تم اس سے علیحدہ کیسے ہو سکتے ہو؟''

محتشم کو اس کی اس قدر سطحی سوچ پر حیرت ہو رہی تھی۔ پہلے پہل رجاء نے بھی اس کی مخالفت کی تھی۔ ارقم والے حادثے کے بعد تو جیسے پولیس کے محکمے پر سے ان کا اعتماد ہی اٹھ گیا تھا مگر اب جب سے محتشم اس شعبے میں آیا تھا' وہ خود کو بہت مضبوط سمجھنے لگی تھیں۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ جو زیادتی اور ناانصافی ارقم کے ساتھ ہوئی تھی' اب محتشم اسے کسی اور کے ساتھ ہونے سے نہ صرف روک سکتا ہے بلکہ گل اور کاظمی جیسے درندوں کا قلع قمع بھی کر سکتا ہے۔

اور اب یہ عشب کیا کہہ رہی تھی۔ اس قدر پڑھی لکھی ہو کر وہ کتنی ناسمجھی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

''دیکھو عاشی! اس معاشرے میں بھی برے سے برے لوگ موجود ہیں۔ اگر میں ان میں رہ کر اپنا دامن بچا سکتا ہوں تو اس محکمے میں آ کر کیوں یہ کام نہیں کر سکتا؟'' اس نے اب بھی بے حد ضبط سے کام لیا تھا۔

''مگر کب تک؟'' وہ طنزاً بولی۔ ''بڑے بڑوں کی خبریں آتی ہیں' اخبارات میں اور پھر صاف بات یہ ہے کہ میں سب کو صفائیاں پیش نہیں کر سکتی۔ جیسے تم مجھے پیش کر رہے ہو۔'' وہ جلد از جلد بات ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اپنا ضمیر مطمئن ہونا چاہیے۔ پھر دوسروں کو صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟'' وہ اپنی کنپٹیاں سلگتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔

''خیر' اب تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔'' اس کے برعکس وہ سکون سے بولی تھی۔

''ایک بات بالکل سچ سچ بتانا۔'' لحظہ بھر کے توقف کے بعد اس نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔ ''میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟''

عشب لحظہ بھر کو ہچکچائی۔ یہ وہی محتشم تھا جس کو بچپن سے لے کر اب تک ایک ہی سانس میں وہ اس کی بھلائیاں گنواتی آئی تھی۔

''وہ بری نہیں ہے' اور پھر ہم دوست بھی ہیں۔ میں تو بس...'' وہ قدرے گڑبڑا سی گئی۔

''یعنی میں بحیثیت شوہر تمہیں قبول ہوں اگر یہ جاب چھوڑ دوں تو؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ عشب نے لب دانتوں تلے دبایا۔ لحظہ بھر کو اس کا بھرپور مردانہ سراپا تصور میں لہرا گیا۔

''میں نے کہا نا' تم میں ایسی کوئی خامی نہیں کہ میں تمہیں ریجیکٹ کروں لیکن اس جاب کے ساتھ تم میرے لیے قطعی ناقابل قبول ہو۔'' اسے سوچنے کے بعد یہ جملے کہنے عشب کو بہت مشکل لگے تھے۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں بھی ان کرپٹ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا؟''

''یہ تمہاری کمزوری نہیں بلکہ اس پروفیشن کا تقاضا ہے موی' قدم قدم پر بے ایمانی' ریشہ دوانی اور حرام کی کمائی سے تمہارا سابقہ پڑے گا تو ہو سکتا ہے کبھی نادانستگی میں ہی سہی تم اس کیٹگری میں آ جاؤ۔ آخر کب تک تم اپنی علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے رکھو گے۔ جب اوپر سے نیچے تک کرپشن ہے تو درمیان میں ایک تم کیا کر لو گے؟'' وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ اس کے ضبط کا پیمانہ چھلک اٹھا۔

''شٹ اپ' یو نان سینس گرل۔ اگر تمہاری لاجک سب چیزوں پر اپلائی کی جائے تو قانون فطرت تبدیل ہو کر رہ جائے۔'' وہ یکلخت برہم سا اس پر برس پڑا تھا۔ ''اگر ایسی ہی بات ہو تو بارش کا پہلا قطرہ بھی زمین پر نہ

گرے، مٹی میں ملنے کے خوف سے۔ تم نے دیکھا نہیں، ابھی ایک قطرے کے بعد موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور پھر وہ سب قطرے مل کر ایک طاقتور دریا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ضروری ہے کہ میں ہی کرپشن کا حصہ بنوں، تبلیغ تو سنت رسول ہے۔ کیا میں اچھائی کی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں یہ لوگ مجھے بھی خراب نہ کر دیں، اپنا پہلو بچالوں اور وہ جو ہزاروں مظلوم لوگ انصاف کی توقع میں، دن رات خوار ہوتے پھرتے ہیں، انہیں، انہی کرپٹ لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ بہت افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہاری سطحی سوچ پر۔'' وہ تلخی و ترشی سے کہتا لحظہ بھر کو رکا پھر قدرے رسان سے بولا۔ ''تم نے وہ واقعہ تو سنا ہوگا جس میں مذکور ہے کہ ایک بار خدا نے حکم دیا کہ گناہ گاروں کی اس بستی کو تباہ و برباد کر دیا جائے جہاں کوئی بھی خدا کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کو تیار نہ تھا۔ عرض کیا گیا، اے خدا اس بستی میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو نہایت عبادت گزار اور پاک باز ہے۔ فرمایا، اسے بھی ساتھ ہی تباہ و برباد کر دو۔ کس کام کی وہ پاک بازی اور عبادت گزاری جو دوسروں کو اچھائی کی طرف راغب نہ کر سکے اس علم کا کیا فائدہ جو خود تک محدود رکھا جائے۔ یوں اس نیک آدمی کو بھی اس بستی کے گناہ گاروں کے ساتھ تباہ کر دیا گیا۔ امید ہے، تم میرا مطلب سمجھ گئی ہوگی؟'' وہ بے حد سکون سے پوچھ رہا تھا۔

''تم بات کو کہاں سے کہاں لے گئے ہو۔'' عشب نے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس کیا تھا۔ ''معاشرہ بہت بدل چکا ہے، موی۔ اب ہمیں ہر قدم بہت دھیان سے اٹھانا پڑتا ہے۔ خواہ مخواہ خود کو آزمانے سے کیا فائدہ۔'' اب کی بار اس نے محتاط الفاظ استعمال کیے تھے۔

''میں اپنے نفس کی طاقت اور کمزوری کی حدود سے اچھی طرح واقف ہوں۔'' وہ ہنوز اسی پرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔ ''اور تمہارے مزید کچھ کہنے سے پہلے میں فقط تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس پروپوزل میں میری خواہش بھی شامل تھی۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ تمہارے لیے میرے دل میں بہت خاص فیلنگز ہیں، لیکن میں جبر یا زبردستی کا بھی قائل نہیں۔ تمہیں اپنے سے متعلق فیصلہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے اور پھر یوں بھی میں اس رشتے میں باہمی اعتماد کو اہم گردانتا ہوں۔ تمہاری باتوں سے اندازہ ہوا کہ تم محض ایک بیوی ثابت ہوگی، جبکہ مجھے ایک بہت اچھی دوست کی ضرورت ہے جو میری ہر بات کو سمجھ سکے۔ مجھ پر بھرپور اعتماد کرے، تم نے تو پہلے ہی قدم پر......''

وہ سانس روک کے سن رہی تھی۔ اس کی ہر بات، ہر لفظ دھڑکنوں کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ سانسیں بے ترتیب کر رہا تھا۔ یہ وہ مختشم تو نہیں تھا۔ ہر وقت لڑنے بھڑنے والا موی، جو ہر وقت اسے زچ کرنے، اسے رلانے پر آمادہ رہتا تھا۔

''خدا حافظ۔'' اس نے بڑے نارمل سے انداز میں فون بند کیا تھا، جبکہ وہ مسمرائز سی یونہی ریسیور کان سے لگائے بیٹھی رہ گئی۔ اس کی باتیں دل و دماغ میں بھونچال پیدا کرنے کو کافی تھیں۔

اگلے ہی دن ابو کے سامنے حاضری لگ گئی۔

امی اسے دیکھتے ہی اٹھ کر چلی گئیں تو اسے فوراً سمجھ آ گئی کہ کس بارے میں بات کرنے کے لیے اسے بلایا گیا ہے۔

''تم نے موی سے بات کی تھی رات کو؟'' انہوں نے اس کے بیٹھتے ہی سیدھے سبھاؤ پوچھ لیا تو وہ دھک سی رہ گئی۔ کس قدر خبیث ہے یہ موی کا بچہ۔

''اس نے مجھے فون کیا تھا کہ ہم انہیں فورس نہ کریں اس رشتے سے متعلق۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھے۔ عشب ان کے انداز پر قدرے ڈر سی گئی۔ وہ ہمیشہ علی اور اس کے ساتھ بے حد خوشگوار انداز میں بات کرتے تھے۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

''جو کچھ اس نے مجھے بتایا ہے، اس سے مجھے بہت شرمندگی اٹھانا پڑ رہی ہے۔ مجھے بالکل خبر نہیں تھی کہ تم اس قدر تنگ نظر اور تنگ خیال ہو۔'' وہ تاسف بھرے انداز

میں کہہ رہے تھے اور وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس نے ہارون سے کیا کیا کہا ہوگا؟

"تم کیا سمجھتی ہو کہ کرپشن فقط پولیس کے محکمے میں ہے؟ بہت کم علمی ہے تمہاری۔ سب جانتے ہیں کہ ارقم نیازی کیسے اس محکمے کے چند غداروں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ نفرت تو ایسی صورت میں محتشم کو ہونی چاہیے تھی اس محکمے سے۔ کبھی تم نے سوچا ہے کہ وہ کیوں نفرت نہیں کرتا؟ فقط اس لیے کہ پھر کبھی کسی محتشم کو یتیم نہ ہونا پڑے' پھر کوئی ربداء بیوہ نہ ہو۔ سب نہ سہی مگر وہ ایک تو ہوگا نا کسی کی فریاد سننے والا' کسی کی صدا پر لپکنے والا۔ اور تم نے کتنی آسانی سے اسے کہہ دیا کہ جاب چھوڑ دو۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ فقط پولیس والے کرپٹ ہیں۔ آج کل بینکنگ میں جو کرپشن ہو رہی ہے اس سے بھی تم اچھی طرح واقف ہو' مجھ سے تو کبھی تم نے جاب چھوڑنے کو نہیں کہا' کیوں؟ کیونکہ تمہیں مجھ پر اعتماد ہے۔ موحی بھی تو بچپن سے اب تک تمہارا ساتھی رہا ہے۔ اس میں تم نے کون سی خامی دیکھ لی......؟"

وہ محتشم کے معاملے میں ہمیشہ سے جذباتی تھے۔ اب بھی ان کے لب و لہجے سے جھلکتی خفیف سی سختی عتاب کو ان کی ذہنی وجذباتی کیفیت کا پتا دے رہی تھی۔

"ابو! میں نے کسی خامی کا تو ذکر نہیں کیا۔ میں نے تو بس اسے جاب سے متعلق کہا تھا۔" اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے چہرہ جھکا لیا تھا۔

"میں مانتا ہوں تمہاری اس بات کو کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ لیکن تم اس محاورے کو نیگیٹو ہی کیوں لیتی ہو جب یہ پازیٹو بھی تو لے سکتی ہو۔ اچھائی کو دیکھ کر اچھائی بھی پھیل سکتی ہے نا۔ ضروری تو نہیں کہ ہر شخص برائی کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ برائی بھی تو اچھے آدمی کے سامنے سرنڈر کر سکتی ہے۔ میں بھی چاہوں تو بہت روپیہ کما سکتا ہوں لیکن یہ انسان کے اپنے اندر کی بات ہوتی ہے۔ خدا جس کو چاہے سیدھے رستے پر ڈال دے مگر انسان کے اپنے بس میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ اب جب کہ وہ ایک اچھے کام کے لیے اٹھا ہے تو پہلے ہی قدم پر اسے کو بے مراد رکھ کے اس عمل کی سزا تو نہ دو جو خلش بن کے ساری عمر اس کے ساتھ رہے۔ مجھے تم سے بہت امیدیں تھیں اور مجھے یقین ہے کہ تم ویسا ہی فیصلہ کروگی جیسا کہ میری بیٹی کو کرنا چاہیے۔"

کچھ تو محتشم کی باتیں' اس کا اعتراف محبت' اور اب ابو کا ناصحانہ انداز اور کھرا لہجہ۔

اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ محتشم نے اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ابو کو بتا دیا تھا۔ کتنے اطمینان سے ابو اس کے دلائل کے پرخچے اڑا گئے تھے۔

"لیکن ابو وہ......"

"یعنی ابھی بھی ان بے معنی حروف کی گنجائش رہ جاتی ہے؟" وہ اس کی بات کاٹ کر بولے۔ پھر قدرے توقف کے بعد انہوں نے آر پار والا انداز اپنایا۔

"تمہارا نقطہ نظر میں نے سن لیا ہے اور تمہیں یہ سن کر قطعی مایوسی ہوگی کہ میں تمہاری جذباتی باتوں سے ایک فیصد بھی متفق نہیں ہوں۔ موحی کو میں بچپن سے اب تک دیکھتا آرہا ہوں۔ اسے بھی میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا کہ تمہیں۔ اور میں محض تمہارے بودے نظریات کے پیچھے اسے نہیں گنوا سکتا۔ میں کبھی بھی نہیں چاہوں گا کہ ارقم کا بیٹا مجھ سے دور ہو۔ میں نے ہمیشہ سے اسے اپنا بیٹا سمجھا ہے۔ اب جب عمل کا وقت آیا ہے تو میں اتنے فضول سے جواز کے پیش نظر پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ تمہیں میں فقط اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اپنا دماغ سنبھال لو۔ موحی سے بہترین شخص میری نظروں میں کوئی نہیں اور اگر تم یہ سوچ رہی ہو کہ میں تمہاری ان بچکانہ باتوں کے پیچھے ربداء بھابی کو جواب دے دوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ موحی کو رجیکٹ کرنا ہے تو کوئی ٹھوس وجہ پیش کرو۔ اگلے ہفتے میں انہیں ہاں کہنے والا ہوں۔" اس کے ٹپ ٹپ بہتے آنسوؤں سے بے نیاز وہ اٹل انداز میں کہہ رہے تھے۔

"اب جا سکتی ہو' سوچو' سمجھو' پھر فیصلہ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری سوچ میری سوچ سے مختلف نہیں ہوگی۔" انہوں نے گویا بات ختم کر کے اسے فارغ کیا۔ ان کا لب

ولہجہ اور انداز و الفاظ عشب کی تمام تر تیزی بھلائے ہوئے تھے۔ اگر وہ اپنے مخصوص بے تکلف انداز میں بات کررہے ہوتے تو وہ بھی ضد کرکے ہٹیلے پن سے اپنی بات منوا ہی لیتی مگر ادھر تو وہ محبت کرنے والے ابو کے بجائے فقط محتشم کے وکیل لگ رہے تھے۔

وہ یونہی چہرہ جھکائے اٹھی اور فوراً پلٹ کر کمرے سے نکل آئی۔ اپنے کمرے میں آکر وہ خوب روئی تھی۔

حد ہوگئی۔ سارے فیصلے خود کرکے بات مجھ پر یوں چھوڑ دی ہے جیسے میں اپنی مرضی کی خود ہی مالک ہوں۔ اور رہ کیا گیا ہے کہنے کو۔ بتا تو دیا ہے کہ مجھے پولیس والوں سے نفرت ہے۔ راشی، بددیانت، بے گناہوں پر ظلم ڈھانے والے۔ مجرم اور ملزم کو ایک ہی لاٹھی سے دھکیلنے والے اور پھر انکل ارقم کا حال کس سے چھپا ہے؟ وہ بھی تو اکیلے ہی نکلے تھے سماج سے برائیاں ختم کرنے کو مگر ہوا کیا؟ بھیڑ کی کھال میں چھپے بھیڑیے انہیں ختم کرگئے۔

اس کا تو صدمہ ہی کم نہیں ہو رہا تھا۔ پہلے بھی کئی بار اسے محسوس ہوا تھا کہ ابو کو موحی سے بہت لگاؤ ہے مگر اب تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی تھی کہ انہیں اس کے انکار سے اور اس کی خوشی سے زیادہ محتشم کی خوشی پیاری ہے۔

تو کیا میری زندگی پر میرا کوئی حق نہیں؟ میں اپنی مرضی سے خود اپنے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی؟ اور کیا ساری زندگی لوگوں کی طنزیہ نگاہیں اور تلخی و ترشی سے بھرپور باتیں سہہ کر گزار پاؤں گی میں؟

وہ رو رو کر تھک گئی تو اٹھ کر واش روم میں گئی اور منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

میں نے بھی تمہارے کردار کی پرتیں کھول کر دنیا کے سامنے نہ رکھ دیں تو پھر کہنا محتشم نیازی۔ ساری چوکڑی بھول جاؤ گے۔ اور پھر میں تمہارا فیصلہ بھی انہی لوگوں سے کرواؤں گی جو آپ مجھے راندۂ درگاہ بنانے میں آگے آگے ہیں۔

پتھریلے انداز میں سوچتے ہوئے ایک بار پھر اس کی آنکھیں چھلک گئی تھیں جو اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ فیصلہ وہی ہونا ہے جو ابو طے کرچکے تھے۔ اس لیے مزید کچھ سوچنا اپنا دماغ خراب کرنے کے مترادف تھا۔

❖❖❖

وہ چق اٹھا کر اندر داخل ہوا تو محتشم کو دلجمعی اور محویت سے فائل سامنے رکھے "منہمک" دیکھ کر لحظہ بھر کو سلگ اٹھا۔ کرسی گھسیٹ کر اس کے بالمقابل بیٹھتے ہوئے اس نے دانت کچکچائے تھے۔

"حد ہوتی ہے ذلالت کی، محترم محتشم نیازی صاحب۔"

وہ جو اتنے بیہودہ انداز میں کرسی گھسیٹے جانے پر ہی چونک اٹھا تھا، اس قدر عزت افزائی پر ہنسنے لگا۔

"مت نکالو یہ بتیسی...... ورنہ......" اس نے سابقہ انداز میں کہتے ہوئے پیپر ویٹ اٹھا کر ہاتھ میں تولا تھا۔

"تکلیف کیا ہوئی ہے تمہیں؟" اس نے ہنسی روکنے کا تکلف کیے بغیر فائل بند کرکے سائیڈ پر رکھی تھی۔

"بیہودہ انسان، میں پچھلے ایک گھنٹے سے تیار بیٹھا تمہارا انتظار کررہا تھا اور تم یہاں اپنی محبوبہ کے خطوط پڑھنے میں مگن ہو۔" وہ بمشکل آواز کو کنٹرول کرتے ہوئے غرایا تھا۔ اب کی بار محتشم قہقہہ نہیں روک سکا تھا۔

"خدا کی قسم یہی انداز و الفاظ نسوانی لب و لہجے میں ہوتے تو لوگ حقیقتاً تجھے میری بیوی تسلیم کرلیتے۔" اس کے کہنے کا انداز اتنا برجستہ تھا کہ پل بھر کے لیے عدیم کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رینگ گئی۔ پھر وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے؟" محتشم نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے فراخدلانہ انداز میں پوچھا تو وہ بے حد سکون سے بولا۔

"تمہارا خون۔"

محتشم نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر گویا اس کی برجستگی کی داد دی تھی۔ پھر بولا۔

"ویسے تھانے میں بیٹھ کر اس قدر تخریب کارانہ باتیں کرنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"تمہیں واقعی شرم نہیں آتی۔ میں ایک گھنٹے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اگر آنا نہیں تھا تو مجھے بلوانے کی کیا تک تھی؟"

"میں بس نکلنے ہی لگا تھا۔ ابھی چند منٹ پہلے ہی فارغ ہوا ہوں۔ چند لوگ آ گئے تھے بس انہی سے سر کھپانے میں ٹائم نکل گیا۔"

اس نے ضروری فائلیں دراز میں رکھ کر لاک لگایا۔ کیپ سر پر جمائی اور کرسی دھکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ عدیم چڑ گیا۔

"تو مجھے بتا دینے میں کیا جاتا تھا؟"

"یار تو تو بیویوں والے انداز پر اتر آیا ہے۔" وہ لہجے میں بے حد شرارت سموئے ہوئے بولا۔ جواباً اسے عدیم کا ہتھوڑے جیسا مکا شانے پر سہنا پڑا تھا۔

اس کی بلیک ٹویوٹا کرولا میں بیٹھتے ہوئے عدیم نے ہزار نخرے کیے تھے۔

"ماڈل ہی پرانا ہے نا۔ ورنہ تو بابا جان نے اسے جان سے زیادہ سنبھال کے رکھا تھا۔ وہ تو ذرا دو دفعہ میں نے ٹھوک دی تھی ورنہ اب تک بالکل نئی ہوتی۔" محتشم نے گاڑی سڑک پر لاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو اس نے منہ بنایا۔

"مگر یار یہ بھی تو سوچ کہ دو دہائیاں پرانا ماڈل ہے۔"

"مگر یہ میرے پپا کی گاڑی ہے جو بابا جان نے انہیں گفٹ کی تھی۔ اگرچہ انہوں نے اسے استعمال نہیں کیا مگر یہ نسبت ہی میرے لیے بہت ہے۔ اور اب مزید بکواس کی ضرورت نہیں ورنہ میں جناب کو بہت باعزت طریقے سے نیچے پھینک دوں گا۔ مجھے تو وردی میں دیکھ کر کوئی پوچھے گا بھی نہیں سمجھے گا کہ مجرم سے اقبال جرم کا نیا طریقہ نکالا ہے کوئی۔" اس نے تنبیہہ کی تھی۔ عدیم اسے چڑانے کے لیے زور سے ہنس دیا۔

"ڈراؤنا خواب۔" محتشم نے بہت برجستگی سے جملہ فٹ کیا تھا۔ وہ قدرے خجل ہو کر خاموش ہو گیا پھر اسے گھورنے لگا۔

"تجھ سے تو بہتر ہی ہوں۔ ایک ذرا سی لڑکی نہیں پٹا سکا۔" حملہ کارگر ثابت ہوا تھا۔ وہ دانت پیسنے لگا۔

"میرے خیال میں تمہیں جوانی سے محروم ہونے کا بہت شوق ہے۔"

"ہاں تو بے عزت ہونے کا شوق رکھنے سے بہتر ہے کہ بندہ جوانی میں ہی فوت ہو جائے۔" وہ لاپروائی سے بولا تھا۔ محتشم نے اسے گھورا۔

"میرے خیال میں اب میں تمہیں جہنم میں ڈراپ کر آؤں۔"

"نہیں یار۔ آج تمہاری طرف نہیں جانا۔ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔ مجھے تو بس گھر ڈراپ کر دو۔" وہ بھی شاید اسے پوری طرح زچ کرنے کے موڈ میں تھا۔ محتشم کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنا پڑا۔

"کیا پروگریس ہے ادھر؟" عدیم نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تو اس کی ہنسی غائب ہونے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ اور ماتھے کی شکنیں عدیم کو جواب دے گئیں۔

"کیا خیال ہے۔ میں بات کروں بھابی سے؟" اس کے پوچھنے پر محتشم نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے' بار بار اس کے ساتھ سر پھوڑنے کی۔ خواہ مخواہ سر پہ چڑھتی جا رہی ہے۔ ایک بار ماما نے پرپوزل دے دیا ہے' اب وہ جو چاہے جواب دے۔ آئی ڈونٹ کیئر۔" وہ بہت تپے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"اچھا۔" عدیم نے تمسخرانہ انداز اپنایا۔ "اور وہ جو راتوں کو تارے شمار کیے جاتے ہیں اور......"

"بکواس نہیں کرو۔" وہ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی قطع کر گیا۔ چند لمحے یونہی خاموشی سے سرکے تھے۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا۔ کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر پر نظر دوڑانے کے بعد

عدیم قدرے سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''تو پھر اب کیا کرنا ہے؟''

''کیا کرنا ہے...... لائف انجوائے کرنا ہے اور کیا۔ زندگی اسی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اور نہ ہی اس کا نام زندگی تھا جو نہیں ملی تو میں......؟'' بہت بے نیازی اور لاپروائی اختیار کرتے ہوئے بھی آخر میں وہ لب بھینچ گیا تھا۔

عدیم سے اس کی بچپن کی دوستی تھی۔ محتشم کو جنس کے تخصص کے بغیر دوستیاں کرنے کی عادت تھی اور اس کے دوست بلا مبالغہ ان گنت تھے مگر ان سب میں عدیم کو جو مقام حاصل تھا' اسے کوئی اور چھو بھی نہیں پایا تھا۔ وہ دونوں یوں یک جان ہو کر رہتے تھے کہ اسکول اور کالج میں باقاعدہ سب انہیں سگے بھائی سمجھتے تھے۔ اتنی ہی اہمیت دونوں کو ایک دوسرے کے گھروں میں حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محتشم کی فیلنگز سے آگاہ ہونے کے باعث وہ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے عشب کے لیے ہمیشہ بھابی کا لفظ استعمال کرتا تھا۔ اور اب عدیم اتنا بھی احمق نہیں تھا کہ ان سے چپے ہوئے لفظوں کی تہ میں پگھلتی برف نہ دیکھ پاتا۔

''زندگی نہ سہی' فرسٹ لیڈی تو تھی نا۔'' عدیم نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا تھا۔ اس نے گاڑی کی رفتار بتدریج آہستہ کرتے ہوئے ریڈ سگنل پر روک دی۔ پھر اسی لاپروا انداز میں بولا۔

''مانتے ہو نا کہ 'تھی'؟''

''مجھے اس پر یقین نہیں' موی۔ یہ تم ہو؟ اتنی جلدی ہار مان لینا تو تمہاری سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ تم کیسے یوں پہلے ہی مرحلے پر سرنڈر کر گئے؟''

عدیم اس کی خود ساختہ لاپروائی کے پس پردہ چھپی حقیقت کو چھیڑ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر گرین سگنل پر ڈالتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔

''میں بھی پہلے خود کو ایسا ہی سمجھتا تھا۔'' وہ پھیکے انداز میں بولا تو اس کی مسکراہٹ کا رنگ بھی اس کے لہجے سے جدا نہیں تھا۔ ''مگر جب بات خالصتاً اپنی ذات سے متعلق ہو تو آپ کو ہر ایک فیصلہ قبول کرنا پڑتا ہے کیونکہ مقابل بھی اسی نظریے سے میدان میں اترتا ہے اور پھر میں خود کو ''برداشت'' کرانا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجبوری کا سودا سمجھ کر مجھے قبول کرے۔ میں اسے چاہتا رہوں اور وہ میری محبت کو ایک کراہیت آمیز چیز سمجھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی کے دل میں آپ زبردستی کے جذبوں کو ٹھونس نہیں سکتے۔ اسے میں قبول نہیں تھا' اس نے انکار کر دیا۔ اینڈ دیٹس آل۔ یہ اس کا حق تھا۔''

''میں اس بیہودہ لاجک کو نہیں مانتا۔ اگر تم میں کوئی برائی ہے تو وہ انکار کرتی اچھی بھی لگتی۔'' عدیم سلگ اٹھا۔

''میری جاب بھی تو میری ہی برائی ہے پیارے۔'' محتشم نے قدرے موڈ بدلنے کی کوشش کی تھی۔ یوں بھی اب گھر نزدیک آ چکا تھا اور وہ کم از کم بابا اور ماما کو تو اس سارے قصے کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہتا تھا۔

''یہ فقط اس کی بے وقوفی اور نادانی ہے۔ وہ تمہیں راہ راست سے ہٹانا چاہ رہی ہے۔''

''میں بچہ نہیں ہوں کہ دوسروں کی پسند و ناپسند پر اپنے فیصلے بدلتا پھروں۔ جب میں اور میرا ضمیر مطمئن ہے تو پھر مجھے میرے فیصلے سے کوئی ایک انچ بھی نہیں ہلا سکتا۔'' اس نے گیٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے عدیم کی طرف دیکھا۔ ''ماما سے اس سلسلے میں کچھ بات مت کرنا۔ وہ یونہی پریشان ہوں گی۔'' اس کی تنبیہ پر عدیم نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''یعنی ماما کو معلوم ہی نہیں؟''

''اونہوں۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''اس دن کے بعد انکل سے بھی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی ان میں سے کوئی آیا ہے۔'' اس کی بات سن کر وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

گیٹ رحیم بابا نے کھولا تھا۔

''پورا ایک گھنٹہ لیٹ ہو تم۔'' وہ اس کے گاڑی روکتے ہی شروع ہو گئیں۔ عدیم ہنستا ہوا باہر نکلا تھا۔

''ابھی بھی میں اسے لایا ہوں ورنہ تو اس کا ارادہ نہیں تھا اٹھنے کا۔''

''بس تمہیں تو موقع ملنا چاہیے بی جمالو کا کردار ادا کرنے کا۔'' معتصم چڑ کر بولا۔ ربداء مسکراتے ہوئے عدیم کے کمر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''امی! ہارون بھائی' اماں جی اور بینا آپی آئی بیٹھی ہیں۔'' انہوں نے چلتے چلتے اطلاع دی تو وہ قدرے ٹھٹکا۔ عدیم بھی ٹھٹکا تھا۔

''وہ کیا کرنے آئے ہیں؟''

''کوئی کسی کے گھر کیوں آتا ہے؟'' انہوں نے اسے گھورتے ہوئے برآمدے کا دروازہ کھولا تھا۔

''ایک تو مجال ہے جو ماما کبھی ٹھیک سے جواب دے جائیں۔'' وہ تلملایا تھا۔ پھر یونیفارم بدلنے کا تکلف کیے بغیر وہ ربداء کے پیچھے عدیم کو ساتھ لیے ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔ بینا اور ہارون سے مل کر وہ اماں جی کی طرف جھکا تھا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''جیتے رہو میرا بچہ۔'' انہوں نے نحیف آواز میں دعا دی تھی۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اب دل میں ایک تجسس' ایک کسک تو تھی ہی کہ عشب نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

''ہم نے سوچا آپس کی بات ہے' فون سے بہتر ہے کہ خود چلا جائے۔'' بینا مسکرائیں تو ربداء نے ان کا ہاتھ تھام کر اپنائیت سے کہا۔

''اس سے زیادہ عزت اور محبت کی بات بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔''

''مومی چائے لو نا بیٹا اور عدیم کو بھی دو۔'' بابا جان نے اس کے سنجیدہ سے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ جواباً اس نے عدیم کو چائے ڈالنے کا اشارہ کیا۔ خود وہ یونہی اماں جان سے لگا بیٹھا تھا۔

''میں تو منگنی کے حق میں نہیں ہوں۔ پہلے ہی اتنا انتظار کر لیا ہے کہ اس چونچلے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ آپ بس اتنا کریں کہ سیدھی سیدھی شادی کی تاریخ فائنل کریں۔'' ربداء کہہ رہی تھیں۔ معتصم نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ سب کے چہروں پر جگمگاتی مسکراہٹ تھی۔

''تو کیا وہ مان گئی ہے؟'' وہ اور الجھنے لگا۔

''یہ لو۔'' عدیم نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھایا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''اگر آپ کہیں تو ہم کل ہی آ جائیں تاریخ لینے۔''

''ارے بھئی ان سب تکلفات کو چھوڑیں بھابی۔ اب جبکہ بچے بھی موجود ہیں اور راضی بھی ہیں تو جو دل چاہے ڈیٹ فائنل کر لیں۔'' ہارون نے شگفتہ انداز میں کہتے ہوئے تائید طلب انداز میں بابا جان کو دیکھا تو انہوں نے بھی ہارون کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''پھوٹ رہے ہیں نا لڈو دل میں؟'' عدیم نے بسکٹ اٹھاتے ہوئے معتصم کو چھیڑا جو بہت خاموشی سے چائے پی رہا تھا۔ اس کی بے توجہی پر عدیم نے شانے اچکا کر سموسوں کی ڈش کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ چائے سے فارغ ہو کر معتصم نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ منمنایا۔

''گلاب جامن......'' مگر معتصم کی ایک ہی گھورتی نظر نے اسے سرد آہ بھر کر گلاب جامنوں پر بس ایک حسرت آمیز نگاہ ہی ڈالنے دی۔ وہ بھی کپ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ربداء ان کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''کپڑے بدل کے آ جانا میں ابھی کھانا لگا رہی ہوں۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتا عدیم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔

''لو بھئی ادھر تو بنا چال چلے ہی بازی تمہارے حق میں ہو گئی۔''

''مگر میں اسے اپنی جیت نہیں مانتا۔'' وہ تنفر سے کہتا اس سے دو قدم آگے بڑھ کر سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ عدیم نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے اس کی تقلید کی تھی مگر ساتھ ہی وہ طنز کرنے سے باز نہیں رہا تھا۔

''تمہارا کیا خیال تھا کہ وہ تمہیں باضابطہ طور پر دنگل کی پیشکش کرے گی؟'' اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ لائٹ آن کر کے بیلٹ کھولتا وارڈ روب کی طرف بڑھا اور کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گیا۔

''کیا نخرہ ہے بھئی۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے ٹک کی

طرف بڑھا اور کیسٹ ریک چیک کرنے لگا۔ محتشم فریش ہو کر نکلا تو آنکھیں موندے بستر پر دراز عدیم کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اسے ڈسٹرب کیے بنا آگے بڑھ کر ہیٹر آن کرنے لگا۔

''اب اگر جناب کا موڈ ہو بات کرنے کا تو میں اپنا سوال پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔'' عدیم کی آواز پر وہ پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

''ابھی زندہ ہو تم؟''

''لعنت ہو تمہارے خیالات پر۔'' وہ اٹھ بیٹھا اور اسے گھورنے لگا۔ محتشم نے بلا تکلف قہقہہ لگایا تھا۔

''ڈریکولا کی واپسی۔'' عدیم نے دانت پیس کر کہا تو وہ ہنستے ہوئے دوبارہ آئینے کی طرف مڑ کر بال سنوارنے لگا۔

''اچھا اب تک بھی دو کہ اتنی بڑی خوشخبری سننے کے بعد بھی تمہارے اس فضول سے منہ پر رونق کیوں نہیں آئی؟'' اندر سے بے حد متجسس ہونے کے باوجود عدیم نے انداز عام سا ہی رکھا۔ اسے معلوم تھا کہ بے چینی دکھانے پر وہ جان بوجھ کر چکر دینے کی کوشش کرے گا۔

''ویری سمپل۔'' وہ برش رکھ کر پرفیوم اٹھاتے ہوئے بولا۔''نہ تو میں رشوت کو مانتا ہوں اور نہ سفارش کو۔''

''کیا؟'' وہ حیران ہوا۔

''اس کا اصل فیصلہ وہی تھا جو اس نے مجھے فون پر سنایا تھا۔'' وہ اطمینان سے کہتا فلور کشن پر بیٹھ گیا۔ عدیم ناگواری سے اسے دیکھنے لگا۔

''اور یہ لوگ کیا پاگل ہیں جو شادی کی تاریخ طے کرتے پھر رہے ہیں؟''

''بہر حال ان سب کی مجھ سے محبت سے میں واقف ہوں۔ انھوں نے ہمیشہ کی طرح عشب کے بجائے مجھے اہمیت دی ہوگی۔ ہارون انکل اتنے دقیانوسی نہیں ہیں کہ وہ اس کی مرضی بھی معلوم نہ کریں۔''

''ظاہری بات ہے جب اولاد بے وقوفانہ فیصلے کرے تو والدین کو اپنی مرضی ہی کرنا پڑتی ہے۔ اس میں ایسی کیا نئی بات ہے۔'' عدیم نے لاپروائی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا پھر رسان سے بولا۔

''میں فقط اب جاب ہی نہیں بلکہ ہر شعبے اور زندگی کے ہر مسئلے میں بھی سفارش کو نا قابل قبول گردانتا ہوں۔''

''پاگل ہوئے ہو کیا؟ نکاح پر سائن تو اس کی مرضی کے مطابق ہوں گے نا۔'' عدیم جھلایا تھا۔

''اس میں نیا پن کیا ہے؟ سو میں سے ننانوے لڑکیاں یونہی سائن کرتی ہیں جیسے وہ کرے گی۔ اس وقت والدین کی عزت ان سے وہی فیصلہ کراتی ہے جو کنپٹی پر رکھا پستول کرا سکتا ہے۔ اصل میں اگر لڑکی کی مرضی معلوم کرنی ہو تو شادی سے پہلے ایک بار ہی سہی مگر کھل کر اس سے ضرور پوچھ لینا چاہیے۔ انسان بہت سی ممکنہ پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔ ورنہ ساری زندگی ایک بے دل پارٹنر کے ساتھ گزارنا پڑتی ہے جو میں تو قطعی نہیں کر سکتا۔'' وہ ہنوز اطمینان بھرے انداز میں اپنا نقطہ نظر بتا رہا تھا۔

''اب کیا کرو گے تم؟'' عدیم نے اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے عزائم کا اندازہ لگانا چاہا۔

''دوبارہ پروپوزل پیش نہیں کروں گا بلکہ اس کے ''شرف قبولیت'' کو کنفرم سمجھوں گا۔'' اس نے وضاحت کی۔

''تم نارمل زندگی بھی تو گزار سکتے ہو؟'' عدیم قدرے چڑ کر بولا تھا۔

''نارمل یا ابنارمل؟''

''پاگل پن تو تم اب کر رہے ہو۔ تمہیں تو اب تسلی ہو جانی چاہیے مگر تم خواہ مخواہ چائے کے کپ میں ہلچل مچانے والی حرکت پر مصر ہو۔'' عدیم کا انداز سمجھانے والا تھا۔

''میں خوش فہمی بلکہ غلط فہمی میں زندگی بسر کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ اگر اس کے دل میں میرے لیے کچھ ہوگا تو وہ مجھے قبول ہوگی ورنہ لڑکیاں تو ہزاروں ہیں۔'' وہ اٹل انداز میں بولا تھا۔ چند لمحوں تک عدیم بھی خاموش ہو گیا۔

''اور باقی سب لوگ؟'' بہت دیر کے بعد عدیم نے

پوچھا تھا۔
"جب وہ مخالفت میں فیصلہ دے گی تو ریزن بھی اسی کو پیش کرنا ہوگا۔ اپنے گھر والوں کی وہ جانے، مگر بابا جان اور ماما اتنا ہی سیریسلی لیں گے جتنا کچھ میں لے رہا ہوں۔"
چند لمحوں تک اس کی بات پر غور کرتے رہنے کے بعد عدیم نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔
"چلو...... یہ بھی کر دیکھو۔"
"اٹھو اب چل کے کچھ ٹھونس لو۔"
اس کے انداز پر عدیم اٹھتے اٹھتے رک گیا۔ محتشم نے شرارت سے مسکراتے ہوئے وضاحت کی تھی۔
"مجھے تمہاری نہیں بلکہ تمہاری آنتوں کی بددعاؤں کا خیال ہے۔"
"حالانکہ ان سے زیادہ تمہیں میرے دائیں گھونسے کا خیال ہونا چاہیے۔" عدیم نے اسے گھورتے ہوئے دائیں ہاتھ کا مکا بنایا تو وہ ہنستے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

❖❖❖

وہ تیسری بار گیٹ کی طرف آئی تھی اور اب کی بار وہ ناامید نہیں رہی۔ سامنے ہی بلیک شیراڈ کھڑی تھی مگر ساتھ ہی اس کی نظر محتشم پر پڑی تو لمحہ بھر کو وہ تحیر میں گھر گئی۔ گاڑی تو ہارون کی ہی تھی مگر آج یہ کایا پلٹ کیسے؟ وہ لبنیٰ اور ماہین کی طرف پلٹی جنہیں اس نے زبردستی روک رکھا تھا کیونکہ ان کا گھر کالج سے نزدیک ہی تھا۔ اس سے پہلے بھی جب کبھی گاڑی لیٹ آتی تھی عشب انہیں بھی روک لیتی تھی۔
"آ گئے انکل؟" ماہین نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"ہوں۔" وہ مبہم انداز میں بولی۔ "چلو چلیں۔" وہ ابھی گاڑی سے تھوڑی دور ہی تھیں جب لبنیٰ نے اس کا بازو جکڑا۔
"بس...... کیا ہے ذلیل؟" اس نے سسکاری بھری تھی۔
"یہ تمہاری گاڑی نہیں ہے۔ اندر تو کوئی اور بیٹھا ہے۔" وہ حیران تھی۔
"عاشی...... یہ تو وہی ہے اس دن والا پولیس آفیسر۔" ماہین کی یادداشت اگرچہ لبنیٰ جیسی ہی تھی مگر اس وقت کام کر ہی گئی تھی۔
"جل تو جلال تو۔" لبنیٰ نے فوراً ورد کرنا شروع کر دیا تھا۔ عشب لب بھینچے کھڑکی میں جھکی تھی۔
"ابو کہاں ہیں؟"
"وہ بابا کے پاس آئے ہوئے ہیں۔" اس نے مختصر ترین الفاظ میں اپنی آمد کی وجہ بتائی تھی۔ وہ گہری سانس لے کر سیدھی ہوئی تو لبنیٰ نے حسب عادت اس کی پسلی میں کہنی سے ٹھوکا دیا۔
"یہ دراصل ابو کے عزیز ترین دوست کے بیٹے ہیں اور میرے ابو کو خاصے عزیز ہیں۔" ماہین اور لبنیٰ کے لیے یہ تعارف خاصا دھچکے دار تھا، جبکہ اس کے انداز پر محتشم کے ہونٹوں پر دھیمی سی محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔
"السلام علیکم۔" اس نے انہیں دیکھ کر سر کے اشارے سے سلامتی بھیجی تو ان دونوں کو بھی اخلاقیات نبھانے کا خیال آیا۔
"وعلیکم السلام۔ عزیز صاحب، کیسے ہیں آپ؟" لبنیٰ نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ پہلے حیران ہوا پھر بے ساختہ ہنس دیا۔
"یہ عزیز صاحب نہیں بلکہ ابو کے عزیز دوست کے بیٹے ہیں۔" عشب نے دانت پیس کر تصحیح کی تھی۔
"تو یوں کہو نا کہ ان کا نہیں بلکہ ان کے والد صاحب کا نام عزیز ہے۔" اب کی بار اس نے تاسف سے عشب کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بے اختیار گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔ محتشم ہنستا ہوا گاڑی سے نکل آیا تھا۔
"آپ واقعی بہت ذہین ہیں۔"
"تھینکس۔" وہ اترائی تھی۔

جبکہ عشب کے ساتھ ساتھ ماہین بھی لبنیٰ کی غضب ناک قسم کی ذہانت کو دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔ اب کی بار اس کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی ماہین نے مسکراتے ہوئے عشب کو مخاطب کیا تھا۔

''تو تم نے اس دن کیوں نہیں بتایا کہ یہ انکل کے دوست کے بیٹے ہیں؟''

''میری بھی ابھی چند دن پہلے ہی ان لوگوں سے جان پہچان ہوئی ہے۔'' اس نے ڈھٹائی کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا تو محتشم گہرا سانس لے کر رہ گیا پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

''جبکہ میں انہیں بچپن سے جانتا ہوں۔ ویسے یہ بھی مجھے جانتی ہیں مگر ذرا کم ظرفی سے کام لیتے ہوئے پہچاننے سے انکار کر دیتی ہیں۔''

ان دونوں نے عشب کو گھورا اور اس نے محتشم کو۔

''یہ بھی بتا دوں کہ انکل نے میرے متعلق کیا سوچا ہے؟'' محتشم کی معصومیت حد سے سوا تھی۔ عشب نے دانت پیسے۔

''اور اس کے بعد وہ بھی ضرور بتا دینا جو میں نے سوچا ہے۔''

وہ پاؤں پٹختی لبنیٰ اور ماہین سے مزید کچھ بات کیے بغیر دوسری طرف سے ہو کر گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں بھی منہ پھلائے اپنے راستے پر چل دیں۔ وہ دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ مین روڈ پر آ گیا۔

''کیا تمہارا نہیں خیال کہ تم نے اپنی فرینڈز کے ساتھ مس بی ہیو کیا ہے؟'' وہ بالکل سنجیدہ تھا۔ عشب نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

''وہ میری فرینڈز ہیں۔ تمہیں ان کی فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''مجھے کسی کی فکر نہیں۔ میں صرف تمہارے رویے کی بات کر رہا ہوں۔'' اس نے گیئر بدلتے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

''اور تمہیں مجھ سے متعلق کسی بھی قسم کی کوئی فکر رکھنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ لفظوں پر زور دیتے ہوئے بولی۔ قدرے توقف کے بعد وہ رسان سے بولا۔

''فی الحال یا کبھی بھی نہیں؟''

وہ اس کے سوال پر ٹھٹکی پھر یوں ظاہر کرتے ہوئے کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی جیسے سنا ہی نہ ہو۔ محتشم کی پیشانی شکن آلود ہونے لگی۔

''تم اتنی بدتمیزی کیوں کر رہی ہو؟''

''میں ایسی ہی ہوں۔'' وہ ہنوز باہر دیکھتے ہوئے رکھائی سے بولی تو محتشم نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

''میں تمہاری فضول باتیں سننے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تم سے صاف صاف بات کروں۔ جب تم نے میرا پروپوزل ریجیکٹ کر دیا تھا تو پھر انکل اور آنٹی نے تمہارے مخالف فیصلہ کیوں دیا؟''

''میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ سابقہ لب و لہجے میں بولی تھی۔ محتشم نے لب بھینچ کر بریک پر پاؤں رکھ کر دبا دیا۔ وہ بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرا گئی اور اس نے غصے سے محتشم کو دیکھا۔

''یہ کیا حرکت ہے؟''

''میں اس سے متعلق کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔'' اس کا انداز بھی عشب سے مختلف نہیں تھا۔

''آخر تمہیں ضرورت کیا تھی آج مجھے لینے آنے کا احسان کرنے کی؟'' وہ بہت ناگواری سے پوچھ رہی تھی۔

''میں فقط تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ مجھے اپنی لائف پارٹنر میں کھوٹ اور بے ایمانی نہیں چاہیے۔'' جواباً اس کے انداز میں بھی اتنی ہی ناگواری تھی۔

''تو میں کیا کروں؟'' اس نے بڑے چڑانے والے لہجے میں بے نیازی سے کہا تو محتشم نے سختی سے اس کا بازو دبوچ کر جھٹکا دیا تھا۔

''تم نے اپنے گھر والوں سے وہ سب کچھ کیوں نہیں کہا جو فون پر مجھ سے کہہ رہی تھیں؟''

''موبی! تمیز سے بات کرو۔'' وہ اس کے جارحانہ انداز پر خائف ہوگئی۔

''تمیز سے بات تو اب تم کرو گی۔ مجھے بالکل ٹھیک جواب چاہیے۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں یونہی آنکھیں بند کر کے تم سے شادی کرلوں گا۔ اور پھر تمام عمر افسانوی ہیرو کی طرح تمہارے ساتھ سر ٹکراتا رہوں گا۔ تم پر محبت نچھاور کرتا رہوں گا اور جواباً تمہاری سرد مہری کو ایوارڈ سمجھ کر قبول کرتا رہوں گا۔'' اس کا لب و لہجہ طنز و تمسخر سے بھرپور تھا۔ وہ کانوں تک سرخ پڑگئی۔ جی تو چاہ رہا تھا کہ کھری کھری سنا کر اس کا دماغ ٹھکانے لگادے مگر وہ جانتی تھی کہ اس کا فیصلہ اسے سب گھر والوں سے دور کردے گا اور یوں بھی چند اختلافات اپنی جگہ مگر یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ محتشم کبھی بھی اسے برا نہیں لگا تھا۔ وہ اب بھی اس کے پروپوزل کو سوچتی تھی تو اسے لگتا تھا کہ اس سے اچھا شخص شاید ہی اسے کبھی پھر مل پائے مگر وہ وہیں اس کی جاب کا خیال اسے خلجان میں مبتلا کرنے لگتا۔ اس کی جاب آدھے نمبر کاٹ جاتی تھی۔ اسے یہ پروفیشن قابل نفرت لگتا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی، پولیس کے کارنامے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھتی تو لرز کر رہ جاتی۔ اتنے جرائم مجرموں کے نہیں ہوتے تھے، جتنی بری خبریں پولیس والوں سے متعلق ہوتی تھیں۔

''میں اس معاملے سے متعلق کچھ نہیں کہوں گی۔ جو باتیں بڑوں کے کرنے کی ہیں، وہ انہیں ہی کرنے دو۔'' اس نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے اب کی بار قدرے پست لہجے میں کہا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگا۔

''مجھے چلانے کی کوشش مت کرو۔ میں فقط یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں تمہاری رضامندی کتنے فیصد ہے؟'' وہ غصے سے پوچھ رہا تھا۔

''اتنی فضول بات کا اب میں کیا جواب دوں؟'' وہ بھی چڑ گئی تھی۔

''مگر مجھے جواب چاہیے اور وہ بھی ابھی۔ میں تمہیں یا کسی کو بھی اجازت نہیں دے سکتا، میری زندگی برباد کرنے کی۔'' وہ قطعی انداز میں بولا تھا۔

''ظاہری بات ہے، میری طرف سے اثبات میں جواب پاکر ہی وہ لوگ تمہاری طرف گئے تھے۔'' اس نے بہت وقت سے جواب دیا تھا، چند لمحوں تک وہ ایک ٹک عشب کے چہرے پر نظریں جمائے رہا۔ وہ بے حد کنفیوژ ہونے لگی۔

''مائنڈ یو محتشم نیازی! میں لاک اپ میں بند تمہاری مجرم نہیں ہوں جس کے ساتھ تم ایسا سلوک کررہے ہو۔'' اس کے انداز میں حد درجہ خفگی کے ساتھ ناگواری کا عنصر نمایاں تھا۔ محتشم گہری سانس لے کر سیدھا ہو بیٹھا۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی اور انگلیاں اسٹیئرنگ پر تھرک رہی تھیں۔

اس کی توجہ خود پر سے ہٹتے ہی عشب نے دبی دبی گہری سانس لی تھی۔ اس نے محتشم کے شک کو دور کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ نئی زندگی کا آغاز ہی بددلی اور غلط فہمیوں سے ہو۔ اب جبکہ اسے علم تھا کہ فیصلہ ہر صورت میں محتشم کے حق میں ہونا ہے تو اس نے بھی بات بڑھانا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ اس نے یہ ضرور سوچ لیا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ محتشم کے خیالات بدل ڈالے گی۔ اس سے محبت کا اظہار تو وہ کر ہی چکا تھا۔ اب صرف اس محبت سے فائدہ اٹھانے کی دیر تھی۔

''اور وہ جو تم نے فون پر اتنی سیدھی باتیں کی تھیں؟'' وہ بھی اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''امی نے مجھے مطمئن کردیا ہے اور پھر بات فقط اعتبار کی ہے۔ میں تم پر اعتبار کر کے ہی اتنا بڑا فیصلہ کررہی ہوں۔'' اس نے چہرہ جھکا کر بڑی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ جواباً گاڑی میں بالکل خاموشی پھیل گئی۔ ادھر ادھر سے ٹریفک گزر رہی تھی جس کا شور اس خاموشی کو مجروح کررہا تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ عشب نے ذرا سا چہرہ موڑ کر دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھا تو اسے پوری طرح اپنی طرف متوجہ پاکر بے حد گڑبڑا کر گود

میں دھرے اپنے ہاتھوں پر نظریں جما دیں۔

"خدا خیر کرے۔ اتنی بڑی خوشی دی ہے تم نے' کہیں اس کا اظہار ہی نہ کر بیٹھوں مگر ڈر ہے کہ تم ناراض نہ ہوجاؤ گی کیونکہ اظہار کے جو طریقے میرے ذہن میں آرہے ہیں' وہ بھی بہت رومینٹک ہیں۔" وہ سرد آہ بھر کے بڑی شرارت سے بولا تھا۔ اور اس سے زیادہ برداشت کرنا عشب کے بس میں نہیں تھا۔ ساری شرم و حیا گویا صابن کے جھاگ کی مانند ختم ہوگئی۔

"میرے ساتھ کسی قسم کی واہیات بات کرنے کی کوشش مت کرنا۔ ذرا سی لفٹ پا کر تم تو سر پر چڑھے جارہے ہو۔" اس کی تلملاہٹ سے محظوظ ہوکر محتشم نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر گاڑی چلا دی۔ عشب نے اسے ڈرائیونگ میں مصروف پا کر کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ بلیک جینز پہنے لائٹ بلیو شرٹ کے کف کہنیوں تک موڑے بھرپور مردانہ ہاتھوں میں مضبوطی سے اسٹیئرنگ تھامے اس کے چہرے پر مسکراہٹ نے جگمگاہٹ سی پھیلا رکھی تھی۔ پہلی بار اس کے حوالے سے عشب کے دل میں لطیف جذبات پیدا ہوئے تھے۔ دھڑکنوں نے انداز بدلا تو اس نے گھبرا کر جلدی سے کھڑکی سے قریب ہوکر باہر بھاگتے دوڑتے مناظر پر نظر جما دی۔

"تم اتنے برے تو نہیں ہو' محتشم نیازی' تمہیں آزمانے میں کوئی حرج نہیں۔"

❖❖❖

عشب کے ایگزامز کے فوراً بعد دونوں گھروں میں شادی کی تیاریوں نے زور پکڑ لیا تھا۔ لبنیٰ' ماہین اور ثنا نے اس کے خوب لتے لیے تھے۔

"کس قدر مکار ہو تم' کبھی ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ اتنا شاندار بندہ تمہارے قریبی عزیزوں میں شمار ہوتا ہے۔" ماہین نے دانت کچکچائے تھے۔

"اور اس روز کیسے ہمیں بے وقوف بنایا تھا اس نے' جب گاڑی کے کاغذات نہیں تھے اس کے پاس۔" لبنیٰ کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ عشب کا قیمہ ہی کردے۔ وہ وضاحتیں کر کر کے پریشان ہوگئی تھی مگر وہ اس کی کسی بھی بات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھیں۔

"مرو پھر تم لوگ' جلتی رہو۔" اس نے تلملا کر کہا تو وہ تینوں اس کی تمتمائی رنگت دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگیں۔ ان کی شرارت اس وقت عشب کو زہر لگی تھی۔

ایک ہی دن' ایک ہی ہوٹل کے ہال میں مشترکہ مہندی کی تقریب ہوئی تھی۔ اس لیے ہنگامہ معمول سے بڑھ کے تھا۔ جہاں محتشم کے دوستوں نے دھمال ڈال رکھا تھا' وہیں عشب کی فرینڈز بھی آفت کی پڑیاں تھیں۔ فل آواز میں سی ڈی پلیئر آن کیے وہ سب پورے جوش سے بھنگڑا ڈال رہے تھے جبکہ سامنے اسٹیج پر تیل مہندی کی رسم کے لیے محتشم کو بٹھا رکھا تھا۔ وہ سب ناچتے ہوئے وقتاً فوقتاً نعرے بازی بھی کررہے تھے۔ غرضیکہ ان کا جوش اپنی جولانی پر تھا کہ کسی نے سی ڈی بند کردیا۔ جو جس ایکشن اور جس اسٹیپ پر تھا' وہیں گویا اسٹل ہوگیا اور یہ حالت اس قدر مضحکہ خیز تھی کہ تمام لڑکیاں ہنس ہنس کر بے حال ہورہی تھیں۔ تالیاں پیٹ پیٹ کر ان کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔

"یہ کیا ہورہا ہے یار؟" عدیم خفیف سا بالوں میں ہاتھ پھیرتا مجمع سے باہر نکلا تھا اور پھر جیسے سی ڈی پلیئر کے پاس کرسی پر براجمان لبنیٰ نے جتنی بھی بے نیازی کا مظاہرہ کیا ہو' عدیم کو سمجھنے میں چند سیکنڈ کی دیر بھی نہیں لگی تھی کہ یہ حرکت کس کی ہے۔ اس سے پہلے جب وہ سب مہندی لے کر ہال میں داخل ہوئے تھے تو سب سے آگے یہی لڑکی تھی' ان کی تقلید میں ہی باقی سب لڑکیوں نے ٹھنڈے پانی میں بھیگی افشاں سے لتھڑی پھولوں کی پتیاں مار کر ریسپشن دیا تھا۔ پہلے تو کسی نے اس ٹھنڈے ٹھار استقبالیے کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا۔ وہ تو جب ایک دوسرے کی شکلوں پر نظر پڑی تو سب ٹھٹک گئے۔ پہلی نگاہ میں تو سب کے چمکتے چہرے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کی یاد دلا رہے تھے اور ابھی وہ غصہ کم نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے پھر سے شرارت کر دی تھی۔

''یہ کیا حرکت ہے محترمہ؟'' وہ اس کے سر پر جا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کمال معصومیت سے ساتھ بیٹھی ثنا اور ماہین کو دیکھا۔

''کیا یہ تم لوگوں سے کچھ کہہ رہے ہیں؟'' ان دونوں نے بھی اتنی ہی تابعداری سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''میں آپ سے مخاطب ہوں۔'' اب کی بار عدیم نے قدرے سختی سے کہتے ہوئے ہاتھ سے لبنیٰ کی طرف اشارہ بھی کیا تو وہ اسی سادگی و معصومیت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''مگر میرا نام تو محترمہ نہیں ہے۔'' اس کے انداز میں چھپی شرارت عدیم سے چھپی نہیں رہ سکی۔ اس نے ان تینوں کو گھورتے ہوئے سی ڈی پلیئر آن کر دیا۔ اس کے پلٹتے ہی وہ تینوں ہاتھوں پر ہاتھ مار کر ہنسی تھیں اور تبھی عدیم ان کی طرف واپس ہوا۔ ان تینوں کو اپنی ہنسی روکنے کا موقع نہیں مل سکا۔ میوزک کے شور کے باعث وہ قدرے ان کی طرف جھکا تھا۔

''آپ کی حس مزاح قابل تحسین ہے مگر کم ہم بھی نہیں۔ اب ذرا سی کیئر کیجئے گا کیونکہ اب ہماری باری ہے۔'' وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ کر واپس ہو گیا تھا۔

''تم نے دیکھا' اس کی آنکھوں میں انتقام کروٹیں لے رہا تھا۔'' ماہین کو دل دہلانے میں کمال حاصل تھا۔

''اور زبان کیسے آگ اگل رہی تھی۔'' ثنا نے بھی محاوراتی زبان استعمال کر کے لبنیٰ کا ایک پوائنٹ خون مزید خشک کیا۔

''بکواس کر کر کے دل کیوں دہلا رہی ہو۔ سیدھی طرح کہہ دو نا کہ وہ غصے میں تھا۔'' وہ منمنائی تھی۔

''میں تو پہلے ہی راضی نہیں تھی۔ یہ سراسر تمہاری حرکت ہے۔'' ثنا نے خود کو فوراً ہی سیف کر لیا تھا۔

''ہاں۔ اور میں نے بھی کتنا منع کیا تھا تمہیں۔'' وہ ابھی ثنا کو گھور ہی رہی تھی کہ ماہین بھی غداری کر گئی۔

''کتنی کمینی ہو تم دونوں۔'' لبنیٰ نے قدرے سنبھل کر دانت پیسے تھے۔

''خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ ڈراما لگنا چاہیے ان کا۔''

''چلو دفع کرو۔ وہ بڑا ہم تینوں کا دشمن ہو رہا ہے۔'' ماہین نے بڑی احتیاط سے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔ لبنیٰ اچھل پڑی۔

''یعنی صرف میں......؟''

''دیکھو ہم نے تو صرف آئیڈیا دیا تھا۔ خیر اب اگر اس فضول شخص نے تمہیں تنگ کرنے کی کوشش کی تو میں دیکھ لوں گی اسے۔'' شاید ابھی ہمدردی کی ذرا سی رمق باقی تھی' جوش سے کہا گیا۔

''ہاں۔ اور میں بھی دیکھ لوں گی اسے۔'' ثنا نے بھی بھرپور امداد کا یقین دلایا۔

''ہاں۔ بس تم اسے دیکھتی ہی رہ جانا۔ بھلے وہ اتنی دیر میں مجھے فوت کر ڈالے۔'' لبنیٰ نے منہ پھلایا تو ان دونوں کو ہنسی آ گئی۔

وہ سب محتشم کو کامدار دوپٹے کے سائے میں اسٹیج پر لائی تھیں۔ جہاں کچھ دیر پہلے محتشم کی مہندی کی رسم ہوئی تھی۔ اب وہ سب اسٹیج کے سامنے والی نشستیں سنبھالے ہوئے تھے۔

''چلو بھئی سب دوست لڈی وغیرہ ڈالیں۔''

بینا آنٹی تو جب تک اپنی منوا نہیں لیتی تھیں انہیں چین نہیں آتا تھا۔ ناچار وہ سب مہندی کی پلیٹیں ہاتھوں میں لیے اسٹیج سے نیچے اتری تھیں۔ سب لڑکیوں میں ماہین لبنیٰ اور ثنا کو دیکھ کر عدیم اٹھ کر محتشم کی طرف جھکا تھا۔

''میں ذرا تصویریں کھینچ لوں۔''

''ذرا دھیان سے۔ یہ نہ ہو کہ ایک آدھ کو ساتھ ہی کھینچ لاؤ۔'' عرفان نے قہقہہ لگایا اور باقیوں نے کورس میں ساتھ دیا۔ وہ سب کو گھورتا کیمرہ سنبھال کر لڈی ڈالتی شرماتی لجاتی لڑکیوں کی تصویریں لینے لگا۔ بینا سر پر کھڑی تھیں ورنہ شاید ہی وہ سب آمادہ ہوتیں۔ اب بھی عدیم کو آرام سے تصویریں لیتے دیکھ کر لبنیٰ جھجک کر رک گئی تھی۔ مگر اسے علم نہیں تھا کہ یوں اچانک رکنا کس قدر نقصان دہ

ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کے پیچھے ماہین تھی' لبنٰی کے یوں ایک دم رکنے پر موم بتیوں کے شعلوں نے نہ صرف اس کے دوپٹے بلکہ اس کے کھلے سیاہ بالوں کو بھی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ لڑکیوں کی چیخیں بے اختیارانہ عمل تھیں۔ پہلے تو لبنٰی کو پتا ہی نہیں چلا۔ وہ اس وقت اس دائرے سے نکلنے کا سوچ رہی تھی کیونکہ لڈی ڈالتے ہوئے اب عدیم کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ اب جو لڑکیوں نے چیخنا شروع کیا تو فطری طور پر ان کا ساتھ دینے کے لیے لبنٰی بی بی نے بھی ایک آدھ چیخ مارنا ضروری خیال کیا۔ وہ تو جب ثنا نے اس کا دھیان دلایا تو چیخ تو کیا اس کا سانس بھی رک گیا۔ عدیم نے حواس قابو میں رکھتے ہوئے جلدی سے کیمرہ ثنا نے پر پھینکا کر حواس باختہ کھڑی لبنٰی کے دوپٹے کی آگ بجھا ڈالی۔ فوری طور پر اس نے دونوں ہاتھوں ہی سے یہ کام لیا تھا۔ وہ اب ٹرانس کی کیفیت سے نکلی تو روتے ہوئے چلی جا رہی تھی' ماہین اس کا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔

''خدا کا شکر ہے کہ بچت ہوگئی ہے۔ بالوں کو بس ذرا سا چھوا ہے آگ نے۔'' مینا نے اسے بانہوں کے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس کا آرگنزا کا دوپٹہ بری طرح جلا تھا۔ اس واقعے کے بعد وہ مستقلاً اسٹیج پر عشب کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ ادھر دوستوں کے مذاق کا نشانہ بنے عدیم کی نظریں وقفے وقفے سے اسٹیج کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

❖❖❖

''عاشو! کنفیوژ تو نہیں ہو رہیں؟'' ماہین نے دلہن بنی عشب سے قدرے تشویش سے پوچھا تو ثنا کو بھی اپنا فرض نبھانا یاد آیا۔

''نروس تو نہیں ہو تم؟''

''اتنے دکھی کرنے والے سوال پوچھو گی تو یقیناً کنفیوز بھی ہو جائے گی اور نروس بھی۔'' لبنٰی نے انہیں گھورا پھر ستائش نظروں سے بجی سنوری عشب کو دیکھنے لگی۔

''بچی عشب' تمہارے لیے تو محتشم بھائی کو ایک عدد دیوان لکھنا پڑے گا۔ اس سے کم میں آج تمہاری تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔''

''بکواس مت کرو۔ میرے ہاتھ دیکھو ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔'' وہ واقعی نروس ہو رہی تھی۔ اپنے یخ ہوتے ہاتھ لبنٰی کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے بولی تو وہ شرارت سے ہنس دی۔

''بس تم خود ٹھنڈی نہ پڑ جانا' باقی سب خیر ہے۔''

''تم بھی شکر کرو' کل گرم ہوتے ہوتے بچی ہو۔'' ثنا نے اسے چھیڑا تو وہ بھی جھرجھری لے کر رہ گئی۔

''یہ تو شکر ہے کہ آرگنزا کا دوپٹہ پھولا پھولا سا رہتا ہے ورنہ تو مجھے بھی جلا دیتا۔''

''نہ جی۔ جہاں ہر گھڑی تیار کامران رہنے والے موجود ہوں' وہاں یہ منحوس حادثے کیسے ہو سکتے ہیں۔'' ماہین نے شوخی سے کہا تو وہ اس کا مطلب سمجھ کر سرخ پڑ گئی۔ عشب نے اسے چٹکی کاٹی تھی۔

''بات کیا ہے۔ اس فلمی حادثے میں کہیں تمہارا بھی تو دل نہیں کھو گیا؟''

''بکواس نہیں کرو۔ خواہ مخواہ پر کا کوا بنا رہی ہو تم لوگ۔'' اس نے فوراً خود کو سنبھالا تھا۔

''اوہو۔ یہی تو ہم پوچھ رہے ہیں۔ یہ پر آیا کہاں سے ہے؟'' ماہین کی شوخی حد سے سوا تھی۔ لبنٰی بری طرح گڑبڑا گئی۔ صد شکر کہ مینا نے عشب کو باہر لانے کا پیغام بھیج دیا۔

''بارات آچکی تھی۔ کچھ دیر پہلے نکاح کی رسم ادا ہوئی تھی۔

آج کا سارا انتظام بھی ہوٹل کے ہال میں تھا۔

وہ عشب کو لیے کمرے سے نکلیں تو مووی لائٹ کے ساتھ ساتھ کیمروں کے فلیش بھی روشن ہو گئے۔ اس کے بعد محتشم سے دودھ پلائی کے لیے بھاری نیگ وصول کیا گیا۔ خوب مووی بنوائی گئی۔ چونکہ بابا جان کی طرف سے بہت زیادہ لوگ نہیں تھے اس لیے مردوں اور عورتوں کے لیے اکٹھی ہی کھانے کی ٹیبلز لگائی گئی تھیں۔

رشتے دار تو کوئی نہیں' کچھ بابا جان کے دوستوں کی فیملیز اور باقی محتشم کے دوست اور ان کی فیملیز بارات

میں شامل تھیں۔

"ایکسکیوز می۔" کولر میں سے پانی لیتا عدیم چونک کر پلٹا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ اتر آئے۔ جبکہ وہ اب خجل سی کھڑی تھی۔ اسے مخاطب تو کر لیا تھا مگر اب سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اگلا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ مجھے دیکھ کر لوگ پتھر کے ہو جاتے ہیں۔" وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر بہت شرارت سے بولا تو وہ خجل سی اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگی۔

"جی نہیں، دراصل میں آپ سے ایکسکیوز کرنے آئی ہوں۔" وہ واقعی بڑی شرمندہ ہو رہی تھی۔ عدیم کو اس کی اتنی کوشش پر ترس آنے لگا۔

"وہ کس لیے؟"

"وہ ہم نے آپ کو ذرا سا تنگ کیا تھا۔" وہ معصومیت سے بولی تھی، عدیم ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا۔

"اوہ اچھا...... ویل سیڈ......"

"اور میں آپ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی ہوں۔" وہ بمشکل بولی۔ ایک تو اس بندے کی لائٹ براؤن آنکھیں اتنی چمکتی تھیں کہ دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی جاتی تھیں۔ وہ جلد از جلد وہاں سے ہٹنا چاہ رہی تھی۔

"جی۔ بڑے شوق سے کیجیے۔" وہ اطمینان سے کھڑا تھا۔ لبنیٰ نے دل ہی دل میں خود کو اور اس گھڑی کو کوسا تھا جب اس نے معذرت اور شکریہ ادا کرنے سے متعلق سوچا تھا۔

"وہ آنٹی کہہ رہی تھیں کہ آپ کے ہاتھ بھی جل گئے تھے۔"

"جی۔ آپ کا دوپٹہ پتا نہیں کس میٹریل کا بنا ہوا تھا، چپک کر رہ گیا تھا ہاتھوں کے ساتھ۔" وہ کہہ رہا تھا۔ لبنیٰ کی نظریں بے اختیار اس کے ہاتھوں کی طرف اٹھ گئیں۔

"الحمدللہ، نقصان کچھ نہیں ہوا۔" بات ختم ہو گئی تھی۔ اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا کر وہاں سے ہٹنا چاہا مگر وہ اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔

"ویسے بے خبری بہت بری چیز ہوتی ہے۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ استعجاب سے اسے دیکھنے لگی۔

"اب دیکھیں نا اگر آپ کل آگ سے بے خبر ہی رہتیں تو......" اس نے جلدی سے بات سنبھالی۔ لبنیٰ نے گہری سانس لی تھی۔

"جی بالکل۔ واقعی بے خبری بہت بری ہوتی ہے۔"

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں آپ کا نام پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟" بھوری آنکھوں کی شرارت کچھ اور بڑھی تھی۔

"جی۔" وہ قدرے نروس ہونے لگی۔

"تو پھر بتا دیجیے۔" وہ آہستگی سے ہنسا تھا۔

"لبنیٰ۔" وہ بے چینی سے دوپٹے کا پلو مروڑتی ادھر ادھر جیسے راہ فرار تلاش کر رہی تھی۔

"اوکے اپنا خیال رکھا کریں۔ جانے کتنے لوگوں کی جان آپ میں اٹکی رہتی ہے اور آپ ہیں کہ اپنی جان کی پرواہ ہی نہیں کرتیں۔" وہ بے حد گھبرائی تھی۔ وہ بات بڑی سنجیدگی سے کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں کی چمک لبنیٰ کو کنفیوز کر گئی تھی۔ اب پتا نہیں وہ جان بوجھ کر معنی خیز انداز اپنا رہا تھا یا اس نے عام لب و لہجے میں بات کی تھی۔

"جی...... خدا حافظ......" وہ عجلت کہہ کر سرپٹ بھاگی تھی۔ عدیم کے لبوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ پھیلی تھی۔

❖❖❖

بے پناہ خوشیوں اور بے فکری کے دنوں نے محبت کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اپنی ہنگامہ پرور طبیعت اور جنون خیز محبت سے وہ دنوں میں عشب کو اپنا گرویدہ بنا چکا تھا۔ کبھی جو اسے پہلی والی عشب کی یاد دلاتا تو وہ ہنس کر اپنی بے وقوفی کا اعتراف کر لیتی تھی۔

پورا ایک مہینہ انہوں نے سیر و تفریح کے بجائے ایک دوسرے کو سمجھنے اور پرکھنے میں گزارا تھا۔ عشب تو اس کی محبتوں کی معترف ہوئی سو ہوئی، محتشم بھی اس کی جذباتی محبت آمیز توجہ پر خوش ہوا تھا۔ دلوں پر پڑی خدشات کی

گرد بکھر گئی تھی۔ اور وہ دونوں حقیقتاً ایک دوسرے کے بے حد نزدیک آچکے تھے۔ اس کی چھٹیاں ختم ہوئیں تب بے حد ہنگامہ پرور زندگی سبک رفتار ندی کی طرح آگے بڑھنے لگی۔

"او خدایا۔" وہ ریدا کے ساتھ نیچے کا کام سمیٹ کر بیڈ روم میں آئی تو چکرا کر رہ گئی۔ پورا کمرہ اوندھا پڑا تھا اور یہ ساری کی ساری بے ترتیبی محتشم کے آفس جاتے ہوئے تیاری کے دوران ہوئی تھی۔ اس کے سلیپر کمرے کے وسط میں پڑے تھے۔ گیلا تولیا بیڈ پر اور بیڈ شیٹ آدھی زمین پر لٹک رہی تھی۔ تبدیل شدہ نائٹ سوٹ کرسی پر توجہ طلب تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل سے حالانکہ وہ صرف ہیئر برش اور پرفیومز استعمال کرتا تھا مگر وہاں بھی یوں لگتا تھا جیسے جنگ و جدل کا ساسماں ہو۔ یہ محتشم کی لاابالی شخصیت کا ایک اور نظارہ منعب کے سامنے آیا تھا۔

"تمہیں تو بالکل بچوں کی طرح سمیٹنا پڑے گا، محتشم نیازی۔" چیزیں سمیٹتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر بڑی محظوظ کن سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ کمرے کی حالت درست کرکے وہ نیچے آئی تو ریدا، فون پر مصروف تھیں۔ اسے دیکھ کر اشارے سے بلایا۔

"تمہاری فرینڈ کا فون ہے۔ لبنیٰ کا۔" انہوں نے ریسیور اس کی طرف بڑھایا اور خود کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

"شکر ہے کہ آج محترمہ گھر پر موجود ہیں۔" لبنیٰ نے آئے دن کی دعوتوں میں مصروفیت پر طنز کیا تھا، وہ ہنسی۔

"تو پہلے میں کہاں ہوتی ہوں؟"

"ایمان سے اتنے دنوں سے فون کر رہی ہوں، مجال ہے جو تم گھر پر مل جاؤ۔ دن میں خود رشتے داروں سے ملنے گئی ہوتی ہو اور رات کو دعوتیں اڑائی جاتی ہیں۔" وہ خاصی چڑ گئی تھی۔

"اب ہی تو اپنی اہمیت کا اندازہ ہوا ہے۔ وی آئی پی ریسپشن مل رہا ہے۔" منعب نے مزے سے کہا۔

"ہاں بھئی اب تو ایس پی کی بیگم ہو گئی ہو۔ رشوت تو لوگ لگائیں گے نا۔ چاہے وہ اب میکے کی صورت میں ہو۔" لبنیٰ نے ٹھنڈی سانس بھری تو وہ ہنس دی۔ "اور سناؤ۔ ایس پی صاحب کیسے ہیں؟"

"اے ون ہیں وہ تو۔" اس کے انداز میں خود بخود خوشگواریت اتر آئی۔

"اور وہ جو تمہارے نخرے تھے، ختم ہوئے کہ نہیں؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"میرا مسئلہ اس کی حجاب تھا، جبکہ اب میرا مسئلہ فقط محتشم کی توجہ اور محبت ہے جس سے میں بالکل مطمئن ہوں۔ جہاں بھی پاؤں گی فوراً گرفت کروں گی۔" وہ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی تھی۔ لبنیٰ ہنسی۔

"تھینک گاڈ میں تو سوچ رہی تھی کہ اب تک کہیں تم نے ان کی حجاب چھڑوانے کے طریقے نہ آزمانے شروع کر دیے ہوں۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے واقعی ابو کی باتوں کی اب صحیح سمجھ آئی ہے۔ اب تو شاید میرے لیے مومی سے زیادہ اور کوئی قابل اعتبار شخص ہے ہی نہیں۔ اس کے نظریات و اس کے اصول سب کلیئر ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود ہر معاملے میں فیئر ہے۔" اس کے انداز میں محتشم کی محبتوں کا مان اور اس کے ساتھ کا مضبوط اعتماد بول رہا تھا۔

"شکر ہے تمہیں بھی خدا نے عقل کے معاملے میں خود کفیل کیا۔ ورنہ اتنے اچھے بندے میں خوامخواہ کے کیڑے نکال رہی تھیں۔" لبنیٰ نے واقعی طمانیت محسوس کی تھی۔ وہ ہنسی۔

"خیر، بندہ تو واقعی زبردست ہے۔ ایمان سے تھوڑے سے عرصے میں میرے تمام خیالات پر ایسی کی تیسی پھیر دی ہے اس نے۔" اس کے خوشدلانہ انداز پر لبنیٰ بھی ہنس دی تھی۔ تھوڑی دیر تک مزید ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ ریسیور رکھ کر اٹھی اور کچن کی طرف بڑھی۔ تبھی دوبارہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ وہ کچن کے دروازے سے پلٹی تھی۔ خیال یہی تھا کہ شاید لبنیٰ ہی نے دوبارہ فون کیا ہو۔

"اب کیا رہ گیا ہے؟" فون اٹھاتے ہی اس نے جان

بوجھ کر قدرے بیزاری سے پوچھا تھا۔

"دل سے لے کر خوابوں خیالوں تک پر تم قابض ہو۔ اب تو کچھ بھی نہیں رہ گیا۔" محتشم کے آہ بھرنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"اف۔ یہ آپ ہیں؟"

"اس "اف" کو میں انداز دلبرانہ سمجھوں یا تم بہت مایوس ہوئی ہو؟" اس نے فوراً پوچھا تھا۔

"میں کوئی جواب نہیں دے رہی۔ انداز دلبرانہ کہا تو آپ اور پھیلنے لگ جائیں گے اور دوسرے جواب سے تو ظاہر ہے اپنا خون ہی جلائیں گے۔"

اس کے انداز میں بے حد شرارت تھی۔ وہ ہنسا۔

"یہ تو اب تم جان بوجھ کر ستا رہی ہو مجھے۔"

"جی نہیں۔ میں ایسی کوئی فضول حرکت نہیں کر رہی اور ہاں یہ آپ سرکاری فون کا اس قدر غلط استعمال کیوں کر رہے ہیں؟ پہلے ہی پولیس کے محکمے کے لیے فنڈز کی کمی ہے۔ اس مرتبہ سب سے بڑا بل آپ کے فون کا ہوگا۔" اس کے ڈپٹ کر بولنے پر وہ چپ سا گیا۔

"تب تو تمہیں میرے خیال میں پولیس کے محکمے میں جاب دلوا دی جائے تو بہتر ہوگا۔ تمہاری میری سپرویژن بھی رہتا۔"

"ہوں، خیال برا نہیں۔ کب ہے میرا انٹرویو؟" اس نے بڑی خوشی سے پوچھا تو دوسری طرف سے گہرا سانس لینے کی آواز آئی۔

"میرے خیال میں مجھے ریزائن کر دینا چاہیے تاکہ تمہارے لیے سیٹ خالی ہو جائے۔" اس کے جلے بھنے انداز پر وہ دل کھول کر ہنسی تھی۔

"ایک تو آپ میری قابلیت سے بڑا جلتے ہیں۔"

"ہاں بھئی، قریب ہوتا ہوں، تب بھی جلاتی ہو۔ دور ہوں، تب بھی تمہارا رویہ وتیرہ ہوتا ہے۔" وہ یکلخت بات کو اور سمت میں لے گیا تھا، اس لیے فوری طور پر عشب جھینپ کر چپ ہو گئی۔ وہ چھیڑنے لگا۔

"چلو بھئی، کیا ہو گیا آپ کو مستقبل کی لیڈی انسپکٹر صاحبہ؟"

"مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ آپ بتائیں، جاتے ہی فون کھڑکانا کیوں شروع کر دیا؟ میں بھی شاید لیٹی ہوگی۔" اس نے فوراً ہی بات شروع کر دی تھی۔ اس کے ٹریک بدلنے پر وہ خاصا محظوظ ہوا۔

"دل تو نہیں کر رہا تھا مگر مجبوراً کرنا پڑا۔ لاکر میں جو ریڈ فائل پڑی ہے وہ ابھی بھجوا دو۔ میں آدمی بھجوا رہا ہوں۔" محتشم اطمینان سے بولا تو عشب نے بھی تپیا دکھانا ضروری خیال کیا۔

"میرا ابھی بالکل موڈ نہیں ہو رہا، کوئی فائل دینے کا۔"

"ایمان سے عاشو، تم بہت بگڑ گئی ہو۔ ابھی مجھے اتنی باتیں سنا دیں اور اپنی دفعہ فوراً جل بھن گئیں۔" وہ ہنسا تھا۔ عشب کے ہونٹوں پر بھی دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوکے سر، میں ابھی بھجوائے دیتی ہوں۔"

"کیا بول......؟" وہ بہت بے ساختہ پوچھنے لگا۔ جواباً عشب نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ فون رکھ دیا۔

❖ ❖ ❖

"ایک تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا بنے گا کیا؟" علی بخت جھنجلایا ہوا تھا۔

"اگر تم مرغ ہوتے تو میں تمہارے اس سوال کا بے حد آسان اور مزیدار سا جواب دے دیتی۔" عشب نے چائے کا کپ محتشم کی طرف بڑھاتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ دلچسپی سے پوچھ بیٹھا۔

"وہ کیا؟"

"مرغ مسلم۔" بے حد سنجیدگی سے کہتے ہوئے بھی اسے ہنسی آ گئی۔ محتشم کے قہقہے نے علی کا دل جلا ڈالا۔

"ویسے یہ اس قدر گھٹیا گفتگو اپنی کوشش سے کرتی ہو یا خدا کی دین ہے؟" وہ بے حد سلگتے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ محتشم کے ساتھ عشب کی ہنسی بھی بے اختیارانہ تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم خواہ مخواہ اتنی ٹینشن کیوں لے رہے ہو۔ آرام سے اپنی پڑھائی مکمل کرو۔" عشب اپنا کپ سنبھالتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا کر

بیٹھی تھی۔ انداز سرسری تھا۔

"آخری سال ہے پڑھائی کا۔ اور پھر پڑھائی ہو بھی تو نا۔ آئے دن اسٹرائیک۔ بیزار ہو گیا ہوں اس سب سے۔" وہ واقعی سخت بیزار دکھائی دے رہا تھا۔

"تم بس کسی طرح اپنی پڑھائی مکمل کرو۔ فیوچر پلاننگ تمہاری میں کروں گا۔" معتشم نے بڑے اطمینان سے کہا تھا۔ علی کے ساتھ ساتھ عشب نے بھی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"ذرا وضاحت کریں۔ خدانخواستہ کہیں مجھے چشم تصور میں اپنے مجرم کے طور پر تو دیکھ رہے ہوں۔" علی نے وضاحت چاہی تھی۔

"ابھی نہیں، پہلے آرام سے اپنی پڑھائی مکمل کرو۔ انکل سے میں بات کر چکا ہوں، وہ سو فیصد رضامند ہیں۔" وہ انہیں تجسس میں ڈال کر مزے سے چائے اور فروٹ کیک کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"میں پریشان ہو رہا ہوں، موحی بھائی۔ یوں تو بھی سن چکا ہوں کہ مائیں اپنی بیٹیوں کے رشتے طے کیا کرتی تھیں۔ کہیں آپ بھی تو میرے فرض سے سبکدوش ہونا نہیں چاہ رہے؟" علی نے پریشان ہونے کی کامیاب ایکٹنگ کی تھی۔

"ہاں، جیسے لعل لگے ہیں نا تم میں۔ اور انہوں نے تو گویا میرج بیورو کھول رکھا ہے۔" عشب نے دونوں کا مذاق اڑایا تھا۔ تبھی ہارون کی گاڑی کے ہارن کی آواز پر وہ تینوں متوجہ ہوئے تھے۔

رات کا کھانا کھا کر وہ دونوں لوٹنے تھے۔ ایک بہت اچھا دن گزارنے کے باوجود عشب کو معتشم کی گفتگو بھولی نہیں تھی۔ ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد اس نے اس بارے میں پوچھ ہی لیا تھا۔

"تم ابھی تک اسی میں اٹکی ہو؟"

"ظاہر ہے میرا بھائی ہے۔ مجھے تو فکر ہو گی۔" وہ مسکرائی۔ معتشم نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے لمحہ بھر کو چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے بھی پولیس میں لے آؤں۔"

"وہ کیوں؟" وہ خوش نہیں ہوئی تھی۔

"بھئی ہمیں شعبے میں بھی پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں کی ضرورت ہے۔" اس نے ریڈ سگنل پر گاڑی روکتے ہوئے کہا۔

"آپ ہیں نا۔ بس یہی کافی ہے۔ اب پورے خاندان کو تو پوسٹ کرنے سے رہے۔" اس کے روکھے سے انداز پر معتشم کے چہرے پر بھی سنجیدگی چھا گئی۔

"اسی لیے تو تم لوگوں کی شکایات ختم نہیں ہوتیں۔ جن کو اس شعبے میں آنا چاہیے، انہیں آنے نہیں دیتے، پھر کرپٹ لوگ کیسے ختم ہوں گے؟"

"لیکن میں......"

"انکل سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ بالکل مطمئن ہیں۔" معتشم نے گاڑی آگے بڑھائی۔

"دیکھیں، آپ علی کی دلچسپی کو بھی مدنظر رکھیں۔ آپ کے لیے تو خیر بزنس بھی ہے پوری زندگی اچھے طریقے سے گزارنے کے لیے۔ فقط پولیس کی نوکری سے تو کام نہیں بنتا۔" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ معتشم نے اسے گھورا۔

"تم نے تو پی ایچ ڈی کیا ہے نا اس مسئلے پر۔"

"آپ نہ مانیں تو علیحدہ بات ہے۔ اوپر کی آمدنی تبھی اچھی لگتی ہے جب حلال کی کمائی پوری نہ پڑ رہی ہو۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"غلط فہمی ہے تمہاری۔ اوپر کی آمدنی تب اچھی لگتی ہے جب دل سے خوف خدا ختم ہو جائے۔ حلال حرام کی تمیز ختم ہو جائے۔" اس کی پیشانی پر شکن ہو گئی تھی۔ لیکن عشب جانتی تھی کہ علی اس جاب کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں۔ وہ ان جوشیلے اور جذباتی لڑکوں میں سے تھا جو ہر کام کا فوری اور اچھا رزلٹ چاہتے ہیں اور علی کے خوابوں سے عشب سے بڑھ کر بھلا اور کون واقف تھا۔ وہ ہمیشہ ایک قدم زمین پر اور دوسرا قدم آسمان پر رکھنے کی تگ و دو میں مصروف رہتا تھا۔

"لیکن میں چاہتی ہوں کہ وہ بزنس کی لائن میں آئے' ایم بی اے کرلے۔" عشب نے بہت عام سا انداز اپنایا تھا مگر محتشم کے اندر جو اکھاڑ پچھاڑ مچی تھی' اس سے وہ بالکل ناواقف تھی۔ وہ عشب کی اس آنا کانی کو اور ہی معنوں میں لے رہا تھا۔

"رلتے پھرتے ہیں ایم بی اے اور بی بی اے......"

"جن کے پاس سرمایہ نہ ہو' وہ رلتے ہیں۔ ہمارے پاس تو خدا کے فضل سے پراپرٹی بھی ہے اور پیسہ بھی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ علی بھی انٹرسٹڈ ہے۔ میں تو ویسے بھی آج کل میں بابا جان سے بات کرنے والی تھی کہ وہ فارغ وقت میں علی کو اپنے ساتھ رکھا کریں۔ ابھی پیپرز کے بعد وہ بالکل فری ہوگا۔" وہ بڑے خوشگوار انداز میں بات سمیٹ گئی تھی۔ محتشم نے لب بھینچے پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"پتہ نہیں تم نے مجھ سے شادی کیسے کرلی ہے' ذرا سا بھی سافٹ کارنر نہیں ہے تمہارے دل میں پولیس والوں کے لیے۔"

اس کے انداز میں مخفی شکوے کو محسوس کیے بغیر وہ ہنسی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے' پولیس والوں کے لیے سافٹ کارنر رکھنے کی۔ میرے لیے پولیس والا ہی کافی ہے۔" اس کی ہلکی سی شرارت پر بھی محتشم کا موڈ خوشگوار نہیں ہوسکا تھا۔

"گویا تم اب علی پر بھی وہی دفعات لگاؤ گی جو تم نے مجھ پر لگائی تھیں۔" اس کے چبھتے ہوئے انداز پر عشب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ ابھی تک وہ سب یاد رکھے ہوئے ہیں؟"

"نہیں۔" اس نے فی الفور نفی میں جواب دیا تھا۔ پھر گویا وضاحت کی۔ "اب تمہارا انداز دیکھ کر یاد آگیا تھا۔"

وہ گہری سانس لے کر طمانیت سے ہنسی۔

"تھینک گاڈ کہ آپ نے میری باتوں پر کان نہیں دھرے۔" عشب کی بات دلبرانہ بھی تھی اور گہری بھی' محتشم کا موڈ یکلخت بدلا تھا۔

"تو گویا محبت ہو ہی گئی تمہیں بھی مجھ سے۔"

"محبت کا ریٹرن محبت ہی ہوتی ہے' اس لیے مجبوری تھی۔" اس نے گہری سانس لے کر قدرے شرارت سے کہا۔ محتشم نے کچھ سوچ کر قدرے توقف کے بعد پوچھا تھا۔

"اور اعتبار کتنا کیا ہے مجھ پر؟"

"بے اعتباری کے موسم میں تو محبت پنپتی ہی نہیں ہے۔ آپ اپنی بات کریں جناب۔" وہ شوخی سے مسکرائی۔

"اگر میں دن کو رات کہہ دوں تو؟" وہ امتحان لینے پر اتر آیا۔

"اب اتنی بھی لوٹ نہیں مچی ہوگی کہ آپ کی ہر جھوٹی بات پر ایمان لے آؤں۔ اگر میں آپ کی سچی بات کو غلط سمجھوں تو آپ وضاحت کردیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔ محتشم نے گاڑی گیٹ کے سامنے روک کر ہارن پر ہاتھ رکھا اور اسے دیکھنے لگا۔

"محبت میں تو دھڑکنوں کے انداز اور سانسوں کی رفتار سے ایک دوسرے کی سچائی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔" اس کے انداز میں کرید تھی۔

"یہ پریکٹیکل موئی زندگی ہے۔ اس میں ایسے بہت سے موڑ آتے ہیں' جب آپ کو وضاحت دینا پڑتی ہے۔ خاموشی محض غلط فہمی کو جنم دیتی ہے۔ جس طرح الجھا ہوا ریشم ہاتھوں کے سلیقے سے سلجھتا ہے' اسی طرح زبان کے سلیقے سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔" وہ اب بھی بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی' جبکہ محتشم پرسوچ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

رات کا پتا نہیں کون سا پہر تھا' جب اس کا موبائل بج اٹھا۔ پہلی ہی آواز پر وہ یوں جاگ گیا' جیسے سویا ہی نہ ہو۔ دوسری گھنٹی سے پہلے ہی اس نے موبائل اٹھالیا تھا۔

"یس" موبائل کا بٹن پش کرکے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز سنتے ہی اس نے جلدی مگر بہت احتیاط

urdunovels.net

کے ساتھ سوئی ہوئی عشب کے سر کے نیچے سے اپنا دایاں بازو نکالا اور بستر سے اتر گیا۔ باقی بات اس نے باتھ روم میں جا کر کی تھی۔

❖❖❖

وہ ٹائم سے آدھا گھنٹہ دیر سے گھر آیا تھا۔ بہت سے مرحلوں سے گزرنے کے بعد بالآخر عدیم نے لبنیٰ کو پا ہی لیا تھا۔ آج ان کی منگنی کی تقریب تھی۔ محتشم نے پانچ بجے تک جانے کا وعدہ کیا تھا۔ تقریب کا ٹائم ساڑھے چھ بجے کا تھا۔ الٹا محتشم ساڑھے پانچ بجے گھر پہنچا تھا۔ عشب کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو رہا تھا۔ ربداء نے محتشم کو دیکھتے ہی خوب جھاڑا تھا۔

''بہت غلط حرکت ہے یہ موی۔ جب پتا بھی ہے کہ ٹائم دیا تھا ہے تو پھر لیٹ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ میں تو کب سے کہہ رہی تھی عشب سے کہ ہم چلے جاتے ہیں۔ صاحب بہادر اپنی ڈیوٹی بھگتا کر آتے پھر رہیں گے مگر یہ بے چاری تمہارے لیے بیٹھی ہوئی ہے۔ چار دفعہ فون آ چکا ہے اس کے لیے بھی اور تمہارے لیے بھی۔ مگر تمہیں احساس ہو تب ہے نا۔''

''اف۔'' محتشم نے بے بسی سے بابا جان کی طرف دیکھا جو اس سارے منظر سے خوب محظوظ ہو رہے تھے۔ اس نے احتجاج کیا۔

''دیکھ رہے ہیں' آپ بابا جان۔ میری ایک نہیں سن رہیں' بس ڈانٹتی جا رہی ہیں۔''

''چلو اب بس کرو۔ پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہو۔ جا کر تیار ہو جاؤ۔'' بابا جان نے ترس کھا کر اس کی جان بخشی کرائی تھی۔

''عاشو! میرے کپڑے تو دے دو۔'' اس نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے مصالحت جو انداز اپنایا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھے بغیر رکھائی سے بولی۔

''بیڈ پر پڑے ہیں آپ کے کپڑے۔'' اس قدر بے التفاتی پر وہ اسے گھور کر سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔

ربداء کو عشب کی ناراضی کا پورا احساس تھا۔ اس کی بہترین دوست کی منگنی تھی۔ اس نے بطور خاص عشب کو وقت سے پہلے بلایا تھا مگر محتشم کی وجہ سے وہ لوگ لیٹ ہو چکے تھے۔ قدرے توقف کے بعد انہوں نے بے وجہ میگزین کے صفحات الٹتی عشب کو مخاطب کیا تھا۔

''جا کے دیکھو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو اسے۔ اور اسے کہو کہ فوراً تیار ہو کے نیچے آئے۔''

عشب نے جز بز ہو کر انہیں دیکھا۔ اس وقت تو وہ محتشم سے بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی کجا کہ یوں اس کی خدمت میں پیش پیش رہنا مگر بابا جان کی موجودگی میں وہ شرم کے مارے کچھ کہہ نہیں پائی۔ ست انداز میں اٹھی اور اوپر چلی آئی۔ وہ باتھ روم میں تھا۔ وہ بستر کے کنارے پر ٹک گئی۔ وہ کپڑے بدل کے نکلا اور تیزی سے شو ریک کی طرف بڑھا جہاں اس کے پالش شدہ جوتے پڑے تھے۔ پلٹا تو عشب پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گیا۔ بہت بے ساختہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلی تھی مگر وہ قطعی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ سر جھکائے گویا بیڈ شیٹ کے پھول گن رہی تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر پیروں پر جرابیں چڑھانے لگا۔

''ماما کی تو عادت ہے مجھے یوں ڈانٹنے کی' تم کیوں دل پر لے رہی ہو؟'' وہ بڑے بھولپن سے کہہ رہا تھا۔ جب توقع عشب نے تنک کر اسے دیکھا۔

''آپ ہیں ہی اس قابل۔ اور میں دل پر نہیں لے رہی۔ مجھے تو حسرت ہی رہی کہ ماما آپ کے ایک آدھ ہاتھ بھی جما دیتیں۔''

''اوہ گاڈ۔'' وہ بے اختیار ہنسنے لگا تھا۔ ''ابھی نیچے میں سوچ رہا تھا کہ آج تو تم بجلیاں گرا رہی ہو۔ اس سوچ کی تعبیر کتنی جلدی نکل آئی ہے۔ واقعی تم مجھ پر بجلیاں گرا رہی ہو۔''

''آپ کو ذرا بھی احساس نہیں ہے' کسی کے جذبات کا؟'' اس کی شوخی عشب کو اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ روہانسی ہونے لگی۔ وہ جوتے پہن کر اٹھ کھڑا ہوا اور ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا۔ پھر وہ

اس کی طرف آیا تھا۔ اتنی دیر میں اس کی بے رخی عشب کو اندر تک کاٹ گئی تھی۔

''ایمان سے جانشو یہ انداز تم پر بالکل بھی سوٹ نہیں کرتا۔'' اس نے ایمانداری سے کہتے ہوئے بازو سے پکڑ کر عشب کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ جدید تراش کا نیوی بلیو لباس اس کے سراپے کو حسین تر بنا رہا تھا۔ سیاہ بے حد گھنے بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے جو ہمیشہ ہی سے اس کے حسن میں اضافہ کرتے آئے تھے۔ وہ زیادہ دیر تک اس کے حسن کی تاب نہیں لا سکا' فوراً ہی موم ہونے لگا' جیسے کہ اس نے یہ روپ فقط اس کے لیے سنوارا ہو۔

''آئی ایم سوری۔'' فراخدلی سے اپنی غلطی مانتے ہوئے اس نے قدرے جھک کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکرائی تو ہلکی سی مسکراہٹ نے عشب کے روپ کو جگمگا دیا جو کہ صاف طور پر صلح کا اعلان تھی۔

''اب اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو میں ایک گستاخی کر سکتا ہوں؟'' وہ شوخی پر اترا تو عشب بدک کر پیچھے ہٹی۔

''ٹائم دیکھا ہے آپ نے۔ ہر کوئی پہنچ چکا ہوگا' سوائے ہمارے۔''

''مگر میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔'' وہ شرارت پر آمادہ بڑے سنگین انداز میں کہتا اس کی طرف بڑھا تو وہ تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے لپکا تھا۔

''ہوٹل میں منگنی کا ارینجمنٹ کیا گیا تھا' چونکہ کمبائن فنکشن ہو رہا تھا اس لیے عدیم اور لبنیٰ دونوں کے رشتے دار پہنچ چکے تھے۔ عدیم تو دوستوں میں گھرا اسٹیج پر براجمان تھا' جبکہ لبنیٰ ابھی ہوٹل کے کمرے ہی میں تیاری کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ عشب سیدھی اس کی طرف گئی تھی' جبکہ عدیم سے جو عزت افزائی معتشم کی تھی اس سے بھی خاصے محظوظ ہوئے تھے۔

''بے ایمان انسان' اترا لے' ابھی تو فقط منگنی ہو رہی ہے' جب شادی ہوگی تب آنا اپنے دکھڑے سنانے مجھے۔

معتشم نے اسے گھورا تھا اور وہ اس پر چڑھ دوڑا تھا۔

''چھ بج رہے ہیں' تجھے شرم نہیں آئی اتنی دیر سے آتے ہوئے؟''

''یہ سارا عاشی کا قصور ہے۔ اسی نے تیاری میں اتنی دیر لگا دی تھی۔'' اس نے بڑے ہی اطمینان سے سارا ملبہ عشب پر گرا دیا۔ جواباً عدیم نے کچا چبا جانے والے انداز میں اسے دیکھا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے تو اور پچھلے گھنٹے بھر میں وہ چار دفعہ فون کر کے تیرے متعلق پوچھ چکی ہیں۔''

''اچھا۔'' وہ خفیف سا سر کھجانے لگا' جبکہ چہرے پر شرمندگی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

''تو پھر شاید میری ہی وجہ سے دیر ہوئی ہوگی۔''

''میرے خیال میں تو ہر دفعہ تمہاری ہی وجہ سے دیر ہوتی ہے۔ سوائے اپنی شادی کے موقع کے' تم کبھی ٹائم پر کبھی جگہ نہیں پہنچے۔'' وہ بولا تو اس کی ناراضگی کی مزید پروا کیے بغیر معتشم نے اسے کھینچ کر گلے سے لگا لیا اور زور زور سے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔

''چلو اب غصہ چھوڑ دو۔ ورنہ یہ جو خبیث سے چہرے پر آج ذرا سا حسن آیا ہے' وہ ملیا میٹ ہو جائے گا۔'' اس کی بات پر سب دوست ہنسے تھے۔ ناچار عدیم کو بھی اپنا موڈ بدلنا پڑا۔

منگنی کی رسم بہت اچھے اور خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ دونوں گھرانے پڑھے لکھے اور روشن خیال تھے' اس لیے کسی بھی بات پر اعتراض یا نکتہ چینی نہیں کی گئی تھی۔ عدیم اور آرگنزا کی پرپل اینڈ بلیو کنٹراسٹ پشواز لبنیٰ پر بہت جچ رہی تھی۔ مووی لائٹ سے زیادہ وہ اسٹیج پر موجود عدیم کے دوستوں کی وجہ سے نروس ہو رہی تھی جو بہت شوخ و شریر قسم کے جملے کس رہے تھے۔ عشب' ماہین اور ثنا اسے اسٹیج پر لے کر آئی تھیں جہاں ان دونوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنائی تھی۔ عدیم نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک سب نے ان کے ساتھ مووی بنوائی۔ اس کے بعد عدیم کی امی نے انگوٹھی نکال کر اسے تھمائی تھی۔

"شکر ہے کہ تمہاری زندگی میں بھی کوئی رنگین موقع آیا۔" محتشم نے جملہ کسا تھا۔

"پہلا کام ہے زندگی میں جو کسی "کام" کا کرنے لگا ہے یہ۔" عدنان نے پول کھولا تو وہ اثر لیے بغیر ہنسنے لگا پھر محتشم کو دیکھا۔

"پہنادوں؟"

"ہر کام اس سے پوچھ کر کرو گے تو پچھتاؤ گے۔" حسن نے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔ عشب لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔

"عدیم بھائی! اب پہنا بھی دیں۔ آپ تو بالکل شیخ بن بیٹھے ہیں۔" اس کے لطیف سے طنز پر سب ہنسے تھے۔

"کیا میں خود سے اسے ہاتھ آگے کرنے کو کہوں؟" عدیم نے محتشم کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ جواباً اس نے اسے گھورا۔

"نہیں۔ اپنے ابا جان کو بلوالو۔" اتنے عقلمندانہ مشورے سے بہرہ ور ہونے کا حوصلہ کم از کم عدیم میں نہیں تھا اسی لیے اس نے لبنیٰ سے خود ہی رجوع کرنا مناسب خیال کیا۔

"کیا میں آپ کا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟"

"اوہو۔" سب کی بے ساختہ ہنسی پر وہ سٹپٹا گیا۔ عشب نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کیوں؟"

"بھئی انگوٹھی پہناؤں گا اور کیا۔"

"تو اس کے لیے اتنا عاجزانہ ڈائیلاگ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ یوں لگ رہا ہے جیسے اندھے کو سڑک پار کرانے لگا ہو۔" محتشم غداری پر آمادہ تھا۔ عدیم نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا مگر اتنا ضرور ہوا کہ غصے نے جھجک ختم کردی۔ اس نے خود لبنیٰ کا ہاتھ تھام لیا تھا جس پر دوستوں کی طرف سے زبردست داد ملی تھی مگر اب وہ انگوٹھی نہیں پہنا رہا تھا۔

"اچھی طرح چیک کرلیں، عدیم بھائی! بہت بھاری ہاتھ ہے۔" عشب نے اسے ڈرایا تھا۔ اس نے ہاتھ میں دبا اس کا ہاتھ جیسے تولا۔

"مگر یہ تو کافی ہلکا لگ رہا ہے۔"

"یہ صرف دیکھنے میں ہی ہلکا ہے۔ اصلیت جاننے کے لیے آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔" ثنا کھلکھلائی تھی۔

جبکہ لبنیٰ سخت نروس ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کی ٹھنڈک عدیم کو بہت محظوظ کررہی تھی۔ عشب کو جلد ہی لبنیٰ کی گھبراہٹ کا احساس ہو گیا تھا۔

"چلیں بھئی جلدی سے انگوٹھی پہنا دیں۔ ٹائم ختم ہو رہا ہے منگنی کا۔"

"ارے واہ۔" وہ ہنسا تھا۔ پھر لبنیٰ کی طرف جھک کر پوچھنے لگا۔ "اجازت ہے؟"

محتشم نے اس کے شانے پر چھانپڑ مارا تھا۔

"نہ منہ کھلوا اپنی بچی کا۔ نقصان نہ اٹھانا پڑ جائے۔"

"ہاں بھئی اب جتنی عزت خدا دے رہا ہے اسی کو غنیمت جان کر انگوٹھی پہنا دو۔ اس سے پہلے کہ آنٹی اور انکل کی اپنی بیٹی کے لیے محبت جاگ اٹھے۔" حسن نے بھی دل جلانا اپنا فرض جانا تھا۔ وہ ان سب کو گھورنے لگا جو اس وقت اسے دوستوں کے بجائے دشمن لگ رہے تھے۔

پھر یونہی شرارتوں کے درمیان اس نے انگوٹھی پہنا دی تھی۔ پھر بھی جب وہ اس کا ہاتھ تھامے رہا تو وہ میدان میں اتر آئیں۔

"بھئی انگوٹھی پہنائی ہے میں نے۔ کیا یہ میرا نہیں ہو گیا؟"

"شکر ہے کہ انہیں یاد نہیں لباس بھی دلہن کی طرف کا ہے۔ یہ تو پوری لبنیٰ آج ہی لے جاتے۔" ماہین نے سرگوشی کی تھی۔ عشب ہنستی ہوئی شرارت پر آمادہ عدیم کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"اسے لے کر کیا کریں گے۔ بہت بھاری ہے یہ۔"

"مگر ہے خوب صورت۔"

وہ بڑے اطمینان سے الٹ پلٹ کر اس کے مہندی سے سجے گداز ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ اب کی بار لبنیٰ نے ہی

کسمسا کر ہاتھ کھینچا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ سب کھانے کے لیے نیچے جارہے تھے۔ فقط عدیم کے دوستوں کا ٹولہ اوپر ہال میں رہ گیا تھا یا پھر عشب کے ساتھ ماہین اور ثنا تھیں۔ عشب نے لبنیٰ کی رونی صورت سے متاثر ہو کر عدیم کو صوفے پر سے اٹھا دیا تھا جس پر اس نے سخت برا منایا مگر جب ماہین اور ثنا نے بھی لبنیٰ کا پورا پورا ساتھ دیا تو اسے اٹھنا ہی پڑا۔

''بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔''
محتشم کو عدیم کی شکل دیکھ کر ہنسی آرہی تھی۔

''اتنا تنگ کریں گے تو ہم اسے روم میں لے جائیں گے۔ آنٹی تو پہلے ہی کہہ کر گئی ہیں۔'' عشب نے دھمکایا تھا۔ نتیجتاً وہ فوراً انسانیت کے جامے میں آگیا۔

''بھابی! میں مسکین بندہ بھلا انہیں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

اور پھر واقعی اس کے بعد وہ اسی جامے میں رہا تھا۔

ان سب نے وہیں کھانا منگوا کر کھایا۔ اس دوران محتشم اور اس کے دوستوں نے لبنیٰ اور عدیم پر بہت مزے مزے کے فقرے چست کیے۔ مقابلہ تو عشب' ثنا اور ماہین نے بھی کیا مگر ان کے چھت پھاڑ قہقہوں کے آگے ان تینوں کی چل نہیں پائی۔ لبنیٰ بے چاری کبھی سخت نروس ہونے لگتی اور کبھی اسے بے ساختہ ہنسی آجاتی اور عدیم اتنا سادہ نہیں تھا کہ اس کا اطمینان نہ پہچان پاتا اس لیے اس نے دوبارہ اسے مخاطب کرنے یا فقرہ کسنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ گاہے بگاہے وہ اس پر ایک اچٹتی نگاہ ضرور ڈال رہا تھا۔ اس کے روپ کا ہر انداز دلفریب تھا۔ اسی لیے عدیم کی ہر نگاہ میں کوشش کے بجائے بے اختیاری کا دخل تھا۔

ایک بے حد خوب صورت شام گزار کر وہ لوگ گھر لوٹے تو تمام راستے وہ لوگ فنکشن کو ڈسکس کرتے رہے تھے۔ منگنی کی تقریب بہت جلدی ہو جانے کے باوجود ان کی واپسی ساڑھے بارہ بجے ہو رہی تھی۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ بستر پر گر سی پڑی۔ محتشم نے ٹائی کی ناٹ کھولتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''تھک گئی ہو؟''

''بہت۔'' واقعی تھکن اس کے ہر انداز سے ظاہر تھی۔

''چلو پھر جلدی سے ڈریس چینج کرلو۔'' وہ شرٹ کے بٹن کھولتا باتھ روم میں گھستے ہوئے بولا تھا۔ عشب کو اس وقت کپڑے تبدیل کرنا دنیا کا سب سے مشکل بلکہ برا کام لگ رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ مارے باندھے اٹھ ہی گئی اور الماری میں سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔ محتشم کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا تھا۔

''کتنا مزہ آیا ہے آج؟ بستر پر آتے ہی وہ جیسے اس سے تائید چاہ رہا تھا۔

''ہوں۔'' اس نے چونک کر نیند سے بوجھل ہوتی پلکیں کھولی تھیں۔

''ہاں۔ بہت مزہ آیا ہے۔'' محتشم نے کوفت سے اسے دیکھا جس نے اب آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ گویا اس کا سونے کا پکا ارادہ تھا۔

''کتنی مرتبہ کہا ہے میں نے تم سے کہ دوپہر کو ضرور سویا کرو۔ تمہارا بس چلے تو نو بجتے ہی خراٹے لینے لگو۔'' وہ خود رات دیر تک جاگنے اور ٹی وی یا ویڈیو دیکھنے کے مرض میں مبتلا تھا اس لیے ابھی بھی عشب کی نیند سے بری حالت دیکھ کر جھنجلا گیا۔

''خاصی تھکن ہو رہی ہے۔ سونا تو ہے نا۔'' وہ منمنائی۔
محتشم نے اس کا بازو پرے ہٹایا اور ڈھٹائی سے بولا۔

''مگر مجھے نیند نہیں آرہی۔''

''تو میں کیا کروں۔ مجھے تو آرہی ہے نا۔'' وہ قدرے جھنجلا گئی اور واقعی اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اسے سونے میں فقط چند سیکنڈ لگیں گے۔

''تھوڑی دیر تو جاگو۔ باتیں کریں گے۔'' اسے نیند دیر سے آتی تھی اور جب آتی تھی تو پھر اس کو جگانا بھی ایک بڑا مسئلہ ہوتا تھا۔ اب بھی وہ جاگنے کے موڈ میں تھا۔

''صبح کرلیں گے باتیں۔ پلیز......'' عشب نے کروٹ بدل کر تکیے میں منہ چھپانے کی کوشش کی لیکن محتشم نے اس کا بازو پکڑ کر پھر سے اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔

urdunovels.net

"تم کیسی بیوی ہو یار۔ شوہر بات کرنے کو ترس رہا ہے اور تمہیں اپنی نیند کی پڑی ہے۔" وہ قدرے خفگی سے بولا تو عشب نے بے چارگی کے احساس کے ساتھ آنکھیں کھول دیں جو نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔

"کیا باتیں کرنی ہیں آپ کو؟"

"عدیم آج بہت خوش تھا' ہے نا؟" وہ فوراً اپنے پسندیدہ موضوع پر آ گیا۔ عشب نے جمائی لی تھی۔

"لبنیٰ بھی خوش تھی۔"

"اچھا ہوا' ان کا رشتہ طے ہو گیا۔ اصل میں تو اس ڈفر کو لبنیٰ ہماری شادی والے روز ہی پسند آ گئی تھی۔" وہ ہنسا تھا۔

"ہاں۔" اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ نائٹ بلب کی روشنی میں محتشم نے اسے بہت چاہت سے دیکھا پھر اس کے ملائم بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت بھری نرمی سے بولا۔

"اور تم آج سب سے اچھی لگ رہی تھیں۔"

"ہوں۔"

"اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ.....!" وہ شرارت سے کہتے ہوئے ذرا رکا اور پوچھنے لگا۔ "بتادوں کیا دل چاہ رہا تھا؟" اور اگر وہ سو نہ چکی ہوتی تو یقیناً اس کی بات کا جواب دے دیتی۔ محتشم کو فوراً پتہ چل گیا کہ وہ سو چکی ہے۔ اسے خود پر ترس آنے لگا۔ گہری سانس لے کر اس نے بھی آنکھیں موند لی تھیں۔

رات کے کسی پہر محتشم کا موبائل بج اٹھا۔ وہ بستر سے اترا تو عشب کی آنکھ بھی کھل گئی۔ چند لمحوں تک وہ پلکیں جھپکتی اسے دیکھتی رہی۔ وہ موبائل کان سے لگائے باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ عشب کی حیرت فطری بات تھی کیونکہ محتشم کے ہر انداز سے رازداری اور پراسراریت جھلک رہی تھی۔

"ہوگا کوئی سرکاری راز۔" اس نے جلد ہی ذہن کو اس تاویل سے مطمئن کرتے ہوئے آنکھیں موند کر کروٹ بدلی تھی۔ محتشم بات ختم کر کے بستر پر آیا تو اس نے اچٹ نگہ دیکھتے ہوئے عشب کی نیند کا اندازہ کیا پھر مطمئن ہو کر لیٹ گیا۔

رات دیر سے سونے کی وجہ سے صبح وہ وقت پر جاگ نہیں پائی بلکہ محتشم نے اسے جگایا تھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ اس پر جھکا بڑی محبت سے پوچھ رہا تھا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کی نبض چیک کرنے لگا۔

"سوری۔ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ البتہ تمہارے ہاتھ کی ٹھنڈک بتا رہی ہے کہ تمہیں بخار نہیں ہے۔" وہ کہتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ عشب بہت سستی اور کسلمندی سے اٹھ بیٹھی اور بال سمیٹنے لگی۔ محتشم نے غور سے اسے دیکھا تھا۔

"عاشی' ٹھیک تو ہو نا؟"

"ٹھیک ہوں میں۔" وہ ہنس دی۔

"سوئیں نہیں ٹھیک سے؟"

"نہیں۔ بس تھکن زیادہ تھی۔" وہ بستر سے اتر کر پاؤں چپلوں میں ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو پھر سو جاؤ ابھی۔" اس نے مشورہ دیا تو وہ مسکرائی۔

"نہیں ابھی نہیں۔ دوپہر میں سو لوں گی۔"

"وری گڈ۔ دوپہر میں سونے کا مطلب سمجھتی ہو نا؟"

وہ بے پناہ شرارت سے ہنسا تھا۔ عشب بے ساختہ مسکراہٹ لیے باتھ روم میں گھس گئی۔

اسے امی کے گھر گئے کتنے ہی دن ہو گئے تھے۔ وہ خود ہی آ جاتیں یا پھر علی آ جاتا تھا۔ مگر چونکہ وہ ان دنوں پاپا جان کے ساتھ بزنس کے اسرار و رموز سمجھنے کے ساتھ ساتھ ایم بی اے کی تیاری میں مگن تھا' اس لیے اسے بھی کم ہی وقت ملتا تھا۔ ربدا' تو ہر وقت عشب کو ساتھ لے جانے کو تیار رہتیں مگر اسے محتشم کے بغیر جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ مسلسل ایک ہفتے سے وہ اس سے وعدہ کر کے جاتا تھا کہ واپسی پر اسے امی کے گھر لے جائے گا مگر ایک دن بھی وہ وقت پر نہیں پہنچ پایا تھا۔ اس کے بعد رات کو الگ اسے پیٹرولنگ کے لیے جانا ہوتا تھا جو عشب کے لیے بے حد

ناگوار تھا۔

"آج پلیز آپ ٹائم پر آ جائیے گا۔ امی کا فون آیا تھا۔ ان سے ملے کتنے ہی دن ہو گئے ہیں اور پھر ان کی طبیعت بھی کچھ ناساز ہے۔" بہت ضبط کرتے ہوئے اس نے رسانیت سے کہا تو وہ تیزی سے جوتے پہنتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"آ جاؤں گا یار۔ بس آج کل تھوڑی سی مصروفیت ہے۔"

"مختشم! مجھے آج ضرور جانا ہے۔ کتنے دنوں سے آپ ٹال رہے ہیں۔" وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی تو وہ اسے گھور کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا اور بال سنوارنے لگا۔

"سن رہے ہیں آپ یا نہیں؟"

"سن رہا ہوں۔" وہ بے توجہی سے بولا۔ پھر اسے مشورہ دیا۔ "تم ماما کے ساتھ کیوں نہیں چلی جاتیں؟"

"نہیں۔" اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "اصولاً مجھے آپ ہی کے ساتھ جانا چاہیے۔" اس کی بات پر وہ گہری سانس لے کر پرفیوم اٹھا کر اسپرے کرنے لگا۔ عشب نے اس کی لاپروائی اور بے توجہی کو شدت سے محسوس کیا تھا۔

"تم یوں کرنا کہ ڈیڑھ بجے تک بالکل ریڈی رہنا۔ ویسے تو مجھے بہت مصروفیت ہے مگر آج تمہیں لے ہی چلوں گا۔" اسے شاید عشب کی صورت پر ترس آ گیا تھا۔ وہ کھل سی گئی۔ مسکراتے ہوئے اس کے سر پر کیپ رکھی اور شوخی سے بولی۔

"تھینک یو سر۔" مختشم نے اس کے دمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے سامنے کیا تھا۔

"اتنا خشک سا شکریہ؟ کچھ رشوت نہیں لگاؤ گی۔ آئی مین کوئی چائے پانی وغیرہ؟" اس کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں پر بکھری شرارتی مسکراہٹ عشب کو اس کے شوخ ارادوں کا پتا دے رہی تھی۔ وہ گھوم کر اس کی گرفت سے نکلی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

"یوں تو میں رشوت کے سخت خلاف ہوں لیکن آپ کو اگر اتنی ہی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تو نیچے ناشتے کی میز پر چائے پانی آپ کا منتظر ہے۔" وہ شوخی سے بولی تو وہ قہقہہ لگا کر رہ گیا۔

اور اب تین بج رہے تھے۔ بالکل تیار بیٹھی عشب کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔

"آج تو آ لینے دیں انہیں۔ سیدھا جانہ کر دیا تو کہیے گا۔" وہ سخت غصے میں تھی۔ ربداء بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کر پائیں۔ پورے پانچ بجے اس کی شکل دکھائی دی تو یہ شکل دیکھنے کے لیے صرف ربداء اور بابا جان ہی موجود تھے۔ ربداء سے اچھی خاصی ڈانٹ کھانے کے بعد وہ کمرے میں آیا۔ عشب نے لائٹ آف کی ہوئی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ کچھ ٹھیک طرح سے دیکھ نہیں پایا کہ وہ جاگ رہی تھی یا سو رہی تھی۔ اس نے لائٹ آن کی۔ وہ کمبل لپیٹے تکیے میں منہ دیے ہوئے لیٹی تھی۔ چند لمحوں تک اس نے سر کھجاتے ہوئے کوئی معقول ترین بہانہ سوچا۔ لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ ان تین ماہ میں وہ تمام بہانے استعمال کر چکا تھا۔ اسٹک اور کیپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ گرنے کے سے انداز میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"چلو بھئی میں آ گیا ہوں۔ جو سزا سنانی ہے سنا دو۔" ہمیشہ کی طرح وہ بڑے فرمانبردارانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ عشب نے سر اٹھا کر دیکھا تو مسکرا دیا۔ اس کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

"اب بھی کیا ضرورت تھی آنے کی۔ دو چار گھنٹے اور نہ آتے۔"

"اف...... اتنا غصہ" وہ بے اختیار جھکا۔ "یقین نہیں آ رہا مجھے۔"

"آپ بات کو ٹالنے کی کوشش مت کریں۔" وہ واقعی غصے میں تھی۔

"ایمان سے عاشی! ایک بہت ضروری میٹنگ تھی

میری۔ تمہیں پتا ہے نا کہ جرائم کتنے بڑھ گئے ہیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اس جاب میں' ورنہ میں اتنا بھی بے قاعدہ نہیں ہوں۔" محتشم نے قدرے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کی مگر اس کی پیش قدمی پر وہ ذرا بھی خوش نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی اٹھ بیٹھی۔

"ہاں نا۔ مجھ سے زیادہ بھلا اور کون آپ کی پنکچوئیلیٹی سے واقف ہوگا۔" اس کے طنزیہ لہجے پر وہ ہنس دیا۔

"اب معاف کر دو نا یار۔ تمہیں پتا تو ہے نا کہ میری کتنی ٹف جاب ہے۔" وہ بدستور بات ختم کرنے کے موڈ میں تھا۔ لیکن عشب واقعی غصے میں تھی۔

"ٹف جاب تو میری ہے۔ آپ تو اطمینان سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔" اب کی بار محتشم نے دھیان سے اس کی صورت دیکھی تھی۔ تنے تنے نقوش لیے وہ کسی بھی طرح مصالحت پر آمادہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"تمہیں گھر جانا ہے تو میں لے چلتا ہوں ابھی۔ خواہ مخواہ موڈ کیوں خراب کر رہی ہو۔"

"مجھے اس رویے کی عادت نہیں ہے۔ جاب نہ ہوئی سوتن ہوگئی جسے ہر حال میں برداشت کرنا پڑے گا۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ رہی تھی۔ محتشم کے چہرے پر خفیف سی سرخی دوڑ گئی۔

"بات میری ہو رہی ہے۔ جاب کی نہیں۔"

"آپ اپنی جاب سے کبھی الگ ہو ہی نہیں سکتے۔ یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہی ہوں کہ میں صرف آپ کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کی جاب کی نہیں۔ پھر آپ کیوں اسے ہم دونوں کے بیچ لا کر رکھتے ہیں؟"

"مائنڈ یو عشب! جاب کو بیچ میں' میں نہیں بلکہ تم لاتی ہو۔ اگر تمہیں غصہ آرہا ہے تو مجھ پر تنقید کرو' میری جاب پہ نہیں۔ اگر میں کہیں اور بھی نوکری کر رہا ہوتا تو یوں لیٹ ہو سکتا تھا۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"بزنس مین صرف اپنے آفس میں ہی بزنس مین ہوتا ہے۔ گھر میں اس کے اور بھی رشتے ہوتے ہیں جنہیں وہ وقت دیتا ہے۔ ایک آپ ہیں۔ چاہے رات کے دو بج رہے ہوں یا چار۔ فون پہ فون چلے آرہے ہیں' ایس پی صاحب کے لیے۔ کب آپ فقط محتشم نیازی ہوتے ہیں میں تو ترس گئی ہوں آپ کے لیے۔ آپ کبھی ایک گھڑی بھی ٹک کے بیٹھے ہیں؟ حد تو یہ ہے کہ ہماری اپنی کوئی لائف ہی نہیں۔ حتیٰ کہ کہیں جا بھی نہیں سکتے ہم۔ جب بھی بات کروں' آپ کہہ دیتے ہیں کہ جاب کا پہلا سال ہے۔ کب پورا ہوگا یہ سال اور ہمیں ریلیف ملے گا؟"

محتشم کو اس کے غصے کا اندازہ تو تھا مگر وہ اس قدر بدگمان ہو جائے گی' یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ آج سے پہلے کبھی ان کے مابین ایسی کوئی تلخ کلامی نہیں ہوئی تھی۔ وہ لب بھینچے اسے اپنے دل کا غبار نکالتے دیکھ رہا تھا۔ وہ ذرا رکی تو وہ اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر اٹھا اور بیلٹ کھول کر کمر سے نکالتے ہوئے باتھ روم میں چلا گیا۔ اس کی خاموشی پر وہ تلملا اٹھی۔ جی چاہا کہ ہر شے کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔ رونا بھی اس قدر شدت سے آرہا تھا کہ حد نہیں۔ آنسو روکنے کی کوشش میں اس کا گلا دکھنے لگا اور آنکھوں میں جلن ہونے لگی مگر وہ رو کر اس کو کمزوری نہیں دکھانا چاہتی تھی۔

یہ پہلی رات تھی' جب وہ دونوں ایک دوسرے سے کوئی بات کیے بغیر ناراض ہو کر سوئے تھے۔ سونے سے پہلے وہ فائل لیے اندر والے کمرے میں چلا گیا تو جو کب سے اس کی بے التفاتی اور بے اعتنائی پر اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی' ریزہ ریزہ ہونے لگی۔ اسے اس بات پر رونا آرہا تھا کہ غلطی بھی اسی کی ہے اور اینٹھ بھی وہی رہا ہے۔ حد تو یہ تھی کہ منا بھی نہیں رہا تھا۔ الٹا اس کے بجائے وہ کمرہ چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

شادی کے بعد سے اس نے ہر پل محتشم کی خو کے لیے محبت اور بے پناہ توجہ ہی دیکھی تھی۔ اگر اس میں کوئی ایک خامی اب تک اسے نظر آئی تھی تو وہ یہی تھی' وعدے کی پابندی نہ کرنا اور وقت کی پابندی نہ کرنا۔ جب کبھی ان دونوں وجوہات کی بنا پر وہ ناراض ہونے لگتی تھی' وہ کچھ

ایسے والہانہ پن اور وارفتگی کا مظاہرہ کرتا کہ عشب کو اپنی ناراضگی بھولنے میں چند لمحے بھی نہیں لگتے تھے۔

اب بھی اسے یہی باتیں سوچ سوچ کر رونا آ رہا تھا۔ اسے بالکل بھی احساس نہیں تھا کہ خود اس نے مختشم کو کتنا ہرٹ کیا ہے یا وہ اس کے رویے سے متعلق کیا سوچ رہا تھا' وہ خود کو حق پر پا رہی تھی۔ ہر صورت اسے مختشم ہی کی زیادتی دکھائی دے رہی تھی۔ پتا نہیں کب وہ روتے روتے سو گئی تھی۔ مختشم کب کمرے میں آ کر سویا اسے علم نہیں ہوا تھا۔

صبح وہ فقط پندرہ منٹ دیر سے جاگی تو کمرے میں پھیلی پرفیوم کی خوشبو سے اسے فوراً پتا چل گیا کہ مختشم تیار ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔ تبھی وہ اندرونی کمرے سے باہر نکلا تھا۔

''ہیلو۔'' الفاظ وہی ہمیشہ والے تھے مگر لب ولہجہ بالکل بے تاثر تھا۔ وہ فائل بریف کیس میں رکھتے ہوئے اسے لاک کرنے لگا پھر تیزی سے اندر واپس چلا گیا۔ وہ سلگ کر رہ گئی۔ وہ باتھ روم سے فارغ ہو کر نکلی تو وہ کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اندر والے کمرے میں جھانکا تو وہ بھی خالی تھا۔ غصے سے اس کا ذہن جھنجنا اٹھا۔ ایک ذرا سی بات کو بڑھا کر وہ کتنی اہمیت دے رہا تھا۔ کیا تھا اگر وہ کھلے دل سے اپنی غلطی مان جاتا۔ مگر یہاں تو وہ اپنی انا کے زعم میں اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کر رہا تھا۔ وہ جلتی کلستی نیچے آئی تو وہ ناشتے میں مگن تھا۔ بابا آفس جا چکے تھے۔

''تم تیار نہیں ہوئیں۔ موحی تو کہہ رہا تھا کہ تمہیں گھر لے جا رہا ہے؟'' ربداء اسے رف سے حلیے میں دیکھ کر حیران ہوئیں تو وہ ٹھٹکی۔ پھر بجائے اس کے کہ بات کو سنبھال لیتی' بے تاثر سے انداز میں بولی۔

''مجھ سے تو ایسا کچھ نہیں کہا انہوں نے۔''

''تیار ہونے میں کون سے گھنٹے لگتے ہیں۔ تم تو ویسے بھی اب تک ماہر ہو چکی ہو۔'' وہ اخبار اپنی طرف کھسکاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو وہ سمجھ نہیں پائی کہ وہ عام سے انداز میں کہہ رہا ہے یا طنز کر رہا ہے۔ ربداء کو ان دونوں کی خشک مزاجی کھٹک رہی تھی۔ اس سے پہلے مسکراہٹ کبھی ان دونوں کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہوئی تھی اور کہاں یہ کہ مختشم اتنی بے اعتنائی سے اخبار میں مگن تھا جسے پہلے عشب جھپٹ کر ایک طرف کر دیا کرتی تھی۔

''ٹھیک کہہ رہا ہے موحی۔ جلدی سے ناشتا کر کے تیار ہو جاؤ۔ کپڑے ہی تو بدلنے ہیں۔'' ربداء نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہ گزشتہ روز مختشم کے لیٹ آنے کی وجہ سے ان دونوں میں کچھ ان بن ہوئی ہے۔ مختشم نے اچٹتی نگاہ اس کے تنے ہوئے نقوش پر ڈالی اور رسان سے بولا۔

''اسے تو شاید کپڑوں سے پہلے موڈ بدلنا پڑے گا۔''

''موحی! تم خاموش رہو۔'' اس کی طنزیہ بات پر ربداء نے اسے فوراً ٹوک دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عشب بھی اسے دوبدو جواب دینے لگے۔ پھر انہوں نے مگ میں چائے انڈیل کر عشب کے سامنے رکھی۔

''چلو شاباش' جلدی سے ناشتا کرو اور پھر تیار ہو جاؤ۔'' ان کی اتنی محبت پر اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تو اس نے جلدی سے کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ورنہ جی تو چاہ رہا تھا کہ ابھی چیخ چیخ کر مختشم کا بھی سکون برباد کر دے۔ چائے پی کر وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ ربداء کے کہنے پر بھی اس نے کسی اور شے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

وہ تیار ہو کر نیچے آئی تو وہ ابھی تک اخبار کے صفحے کھنگال رہا تھا۔

''بیگ تیار نہیں کیا؟'' ربداء کے استفسار پر وہ مسکرا دی۔

''رہنے کے لیے تو نہیں جا رہی ہوں۔''

''اتنے دنوں کے بعد جا رہی ہو۔ دو چار روز ٹھہر جانا۔'' انہوں نے مشورہ دیا تو وہ بولی۔

''وہاں تو امی کے پاس سبھی موجود ہیں۔ دادو ہیں' چچا جان کی فیملی ہے۔ آپ تو میرے جانے سے سارا دن بالکل تنہا ہو جائیں گی۔ میں رات کو لوٹ آؤں گی۔'' اس

کے اس قدر حساس رویے نے ربداء کو اندر تک خوش کر ڈالا۔ بہت محبت سے انہوں نے اس کی پیشانی چومی تھی۔

''جیتی رہو۔ زندگی کی ساری خوشیاں دیکھو۔''

سارے راستے وہ اتنے مگن انداز میں ڈرائیونگ کرتا رہا تھا جیسے گاڑی میں وہ اکیلا ہی بیٹھا ہو۔ اس کا یہ رویہ اندر ہی اندر عشب کو کاٹ رہا تھا۔ اسے گیٹ کے سامنے اتار کر وہ نیچے اترا اور کال بیل بجانے لگا۔ اس کا اونچا لمبا وجود یونیفارم میں بہت شاندار لگ رہا تھا۔ عشب نے بے اختیار نظر پھیر لی۔

''رات کو تیار رہنا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ عشب سر جھٹک کر گیٹ کی طرف بڑھی۔ گیٹ امی نے کھولا تھا۔ وہ انہیں سلام کر کے حال احوال پوچھ کر واپس پلٹ گیا تھا۔ وہ بھی امی کو سامنے پا کر سب کچھ بھول بھال کر ان کے ساتھ اندر چلی گئی۔

شام کو علی بھی آ گیا اور ہارون بھی موجود تھے۔ ایک بار پھر سے وہی ماحول بن گیا جیسا کہ اس کی شادی سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ ہارون سے صرف یہ غلطی ہو گئی کہ انہوں نے پوچھ لیا کہ وہ اب بھی کوکنگ کا شوق پورا کرتی ہے یا نہیں مگر علی کے ہاتھ تو ایک موضوع لگ گیا۔

''ابو! وہ سب شادی سے پہلے ہم پر آزمائے جانے والے تجربات تھے۔ اب تو یہ پولیس والے کی بیوی ہے۔ ایسی غیر قانونی حرکتیں کرنے کی کوشش بھی قابل سزا ہوگی۔''

''بکواس نہیں کرو علی۔ اور یہ بھی سن لو کہ آج کھانا میں نے ہی بنایا ہے۔'' وہ تلملا کر بولی۔

''میرے خیال میں تو محتشم بھائی کو انفارم کر دینا چاہیے یا پھر ٹیسٹ کرالیں کھانے کا' ابو آپ کیا کہتے ہیں اس سلسلے میں؟'' علی نے ہارون سے گویا اظہار خیال چاہا تھا مگر ساتھ ہی وہ فلور کشن سے دو فٹ اوپر اچھلا۔ اس کی تخریب کارانہ گفتگو کے نتیجے میں عشب نے اس کے بازو پر چٹکی بھر کے بدلہ لیا تھا۔ جواباً علی نے صوفے پر پڑا کشن اس کی طرف اچھالا تھا۔

''علی! اب بس بھی کرو۔ کیوں تنگ کر رہے ہو بہن کو۔'' امی نے اسے گھرکا تو وہ تڑپ ہی تو اٹھا۔

''اور یہ جو جنگ کر رہی ہے میرے ساتھ۔ میں تو ذرا سا تنگ ہی کر رہا ہوں بس۔''

''میں تو بس تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ یہ مت سمجھنا کہ اب اس گھر پر تمہاری حکمرانی ہو گئی ہے۔ میں اب بھی وہی عشب ہوں۔'' اس کے رعب جمانے پر ہارون صاحب نے ہنستے ہوئے اسے ساتھ لگایا تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں علی کو دیکھنے لگی جو منہ بنا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کھانے کے وقت تک محتشم آ جائے گا' اسی لیے اس نے کھانے پر کافی اہتمام کیا تھا۔ مگر وہ نہیں پہنچا تو اس نے کھانا شروع کرا دیا۔

''یہ لیں ابو! بوجھیں کہ میں نے کیا بنایا ہے؟'' عشب نے ڈونگا ہارون کے سامنے رکھتے ہوئے جوش سے پوچھا۔ علی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''کتنی مرتبہ کہا ہے' ایسی چیزیں مت بنایا کرو جن کو کھا کر دوسروں سے پوچھنا پڑے کہ کیا بنایا گیا ہے۔''

''علی۔'' اس نے گلاس اٹھا کر اسے دھمکایا تو وہ کرسی میں دبک گیا۔ کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ عشب اور علی کی نوک جھونک میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہو سکا تھا۔

''عاشی! تم واپس جانے کا کہہ رہی تھیں' بیٹا! [illegible] آیا ہی نہیں۔'' امی نے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

''وہ ایسے ہی پکے ہیں وعدے اور وقت کے۔''

''وہ تو آزادی کا دن منا رہے ہوں گے۔'' علی نے ٹکڑا لگایا۔

''علی مار کھاؤ گے مجھ سے۔'' عشب نے اسے گھورا۔

''فون کرلو گھر۔'' امی نے مشورہ دیا تو اس نے یونہی سر ہلا دیا۔ ورنہ تو محتشم کی اس قدر غیر ذمے دارانہ طبیعت پر ہمیشہ کی طرح سے اب بھی اسے غصہ آ رہا تھا۔

''ہاں' جلدی سے فون کرو تا کہ محتشم بھائی تمہیں گم

لے جائیں اور میں بھی پرامن فضا میں سانس لے سکوں۔"

علی باز نہیں آ رہا تھا۔

"اس کے لیے تو تمہیں اپنے اصلی گھر یعنی چڑیا گھر میں جانا پڑے گا۔" عشب نے بھرپور بدلہ چکایا تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

اگلے روز علی یونیورسٹی جاتے ہوئے اسے گھر ڈراپ کر گیا تھا۔ محتشم سے رات کے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ اسے دیکھ کر وہ بولا۔

"اچھا ہوا تم آ گئیں۔ ویسے میرا ارادہ تھا' آج تمہیں لینے جانے کا۔" وہ خاموشی سے کھانا کھاتی رہی۔ کمرے میں آ کر وہ ہیٹر آن کرنے کے بعد بیڈ شیٹ ٹھیک کر رہی تھی' جب وہ بھی آ گیا۔ چند لمحوں تک وہ اسے مصروف دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھما لیا۔

"اب تو مان جاؤ کہ میری محبت تم سے زیادہ ہے۔ خفا تم نے کیا تھا پھر بھی پہل میں کر رہا ہوں۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں بولا لیکن اگلا لمحہ اسے حیران کر گیا۔ عشب نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا تھا اور بہت تلخی سے بولی۔

"مجھ سے یہ منہ دیکھے کی محبت جتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"عشب! ہوش میں تو ہو تم؟" وہ ناگواری سے بولا' تاہم اب بھی اس کی آنکھوں میں استعجاب کروٹیں لے رہا تھا۔

"اب ہی تو ہوش آیا ہے مجھے۔ کتنے آرام سے آپ نے مجھے میری اوقات بتا دی۔ میں تو پتہ نہیں کن ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔" اس کا لہجہ تلخ اور طنز سے بھرپور تھا۔ محتشم کو بھی موڈ بدلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

"کیا تم اپنے اس رویے کی وجہ بتاؤ گی؟" وہ بہت سرد تاثرات لیے پوچھ رہا تھا۔

"آپ بچے نہیں ہیں کہ میں آپ کو ڈکٹیشن دیتی پھروں۔" وہ چیخ کر بولی۔

"شٹ اپ حاشی۔ تم مجھے فضول میں غصہ دلا رہی ہو۔ بہتر یہی ہوگا کہ ابھی تم مجھ سے بات نہ ہی کرو کیونکہ تم اپنے حواس میں نہیں ہو۔" وہ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی تلخ ہو گیا۔

"جب میں یہ سب برداشت کر سکتی ہوں تو آپ کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔" وہ واقعی اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ یونہی بدتمیزی اور بے لحاظی سے بولتی گئی۔

"رات سے میں آپ کا وہاں انتظار کر رہی تھی مگر آپ کو ذرا بھی احساس ہو تب بات ہے نا۔ دعوے تو بہت کرتے ہیں آپ محبت کے۔ یہی ہے آپ کی محبت۔ یہ تک یاد نہیں رہا آپ کو کہ وہاں میں انتظار کر رہی ہوں۔ سب کو پتا چل گیا ہے کہ آپ کی نظروں میں میری کتنی اہمیت ہے۔"

"کس قدر سطحی سوچ ہے تمہاری۔ اگر میں تمہیں لینے نہیں آ سکا تو اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ میری نظروں میں تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے؟"

"ہاں' یہی ظاہر ہوتا ہے۔" وہ ہٹیلے پن سے بولی۔ "میں نے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔ میرا ہر پل' ہر وقت آپ کے لیے ہوتا ہے۔ میں کبھی آپ کو نظر انداز نہیں کرتی پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟"

"ہر چیز کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ ایک وقت میں کسی ایک کو اہمیت دینے سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ دوسری چیز کی ہمیں پروا نہیں ہے۔ مگر تمہیں یہ سب سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم اس وقت وہی کچھ سوچ رہی ہو جو تم سوچنا چاہتی ہو۔ اور وہی کچھ کہہ رہی ہو جو تمہارے دل میں تھا۔ اب سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے۔ تم کبھی اس نفرت کو دل سے نکال ہی نہیں پائیں' عشب ہارون۔" اس کے لب و لہجے میں سرد مہری کے ساتھ ساتھ استہزا اتر آیا تھا۔ عشب نے اپنی پیشانی تپتی ہوئی محسوس کی۔ اس نے عشب کے نام کے ساتھ اپنا نام استعمال نہیں کیا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر وہ ہاتھ

اٹھا کر اس کو روک گیا۔
"بس عشب، جتنا کھل چکی ہو مجھ پر اتنا ہی کافی ہے۔ اور ایک بات کان کھول کر سن لو۔ میری جاب میرے لیے زندگی سے بڑھ کر ہے اور یہ بات میری رگوں میں میرے خون کے ساتھ دوڑ رہی ہے۔" بے حد سرد وسپاٹ لہجے میں اس نے بات ختم کر دی اور اندر کمرے میں چلا گیا۔ اس کے رویے نے عشب کو اندر سے توڑ پھوڑ دیا تھا۔ اس کے سامنے سے ہٹتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

❖❖❖

ان دونوں میں بات چیت بالکل بند تو نہیں ہوئی مگر ایک کھنچاؤ اور محسوس کن اجنبیت ضرور آ گئی تھی۔ عشب نے اپنی غلطی ماننے کے بجائے خود کو حق پر محسوس کرتے ہوئے سوچ لیا تھا کہ اس بار بھی معذرت محتشم ہی کو کرنی چاہیے مگر وہ تو جیسے اس کے وجود ہی سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ اور چاہے اس پر جتنا بھی غصہ تھا اس کی بے نیازی اندر ہی اندر عشب کو سلگاتی رہتی تھی۔ کتنی ہی بار اس کا جی چاہا تھا کہ اسے جھنجھوڑ ڈالے جو اس قدر بے حس و سنگدل بنا بیٹھا تھا۔

مگر ساتھ ہی اس کی نسوانی فطرت اور عزت نفس آڑے آ جاتی۔ کتنے آرام سے وہ جتا رہا تھا کہ اسے عشب کی ناراضگی یا رضامندی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محبت اپنی جگہ مگر عشب کو بھی اپنی انا بہت عزیز تھی۔ اس لیے تعلقات یونہی سرد مہری لیے ہوئے تھے۔

رات کو اس کا موبائل بجا تو وہ حسب عادت نہ صرف جاگ گیا بلکہ بستر پر سے اتر کر صوفے پر جا بیٹھا۔ عشب کی آنکھ یونہی کھلی تھی۔ اگر محتشم کا انداز اس قدر محتاط اور رازدارانہ نہ ہوتا تو شاید اس دن کی طرح وہ پھر کروٹ بدل کر سو جاتی مگر اس پل اس کا تجسس کچھ اس طرح حاوی ہوا کہ وہ بغور اس کی دھیمی آواز سننے لگی۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد الفاظ اس کی سمجھ میں آنے لگے تھے۔

"دیکھو اگر تمہیں مجھ پر ابھی بھی اعتبار نہیں ہوا تو پھر مجھ سے کنٹیکٹ مت کرو اور نہ مجھے ڈسٹرب کرو۔" وہ قدرے برہمی سے کہہ رہا تھا۔

"اس سے پہلے بھی تو ہماری ڈیلنگز ہو چکی ہیں۔ ا... کوئی شکایت ہوئی ہو تو کہو۔" وہ اب بھی اسی انداز... بات کر رہا تھا۔ عشب کے دل میں عجیب سے وسو... جاگنے لگے۔ محتشم کا انداز ہی اس قدر حیران کن تھا۔

"اس سے پہلے تمہاری چلتی رہی ہے۔ لیکن اب می... ڈیمانڈ ہو گی۔ اگر منظور ہو تو میں ڈیل کرنے کو تیار ہوں... وہ کہہ کر دوسری طرف کی بات سننے لگا، پھر بولا۔

"اور سب سے اہم بات جو اس ڈیل میں ہو گی و... کہ اب مجھے قابل اعتماد ممبر سمجھا جائے اور اس کے... ظاہر ہے کہ مجھے بھی کچھ مزید معلومات چاہئیں۔" دو... طرف سے معلوم نہیں کیا کہا گیا تھا کہ وہ ڈھیرے... ہنسا۔

"ظاہر ہے، دولت کسے بری لگتی ہے۔ اور پھر مفت... مال ہو تو کیا ہی کہنے۔ اس کا تو لطف ہی الگ ہے۔ ... ہیں وہ جو حرام اور حلال کے چکر میں پڑے رہتے ہیں..." عشب نے آنکھیں بھینچ کر کھولیں اور دیکھا، آیا ک... محتشم نیازی ہی ہے یا کوئی اور۔

"اس بار کمیشن یونہی مقرر نہیں ہو گا۔ مجھ سے اوپر... بہت لوگ ہیں جن کے تعاون کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں..." وہ بہت منجھے ہوئے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ جو کچھ وہ... رہا تھا اور جس طرح عشب کی سمجھ میں آ رہا تھا اگر وہ د... صحیح تھا تو پھر یہ لرزا دینے والی حقیقت تھی۔

"ظاہر ہے پھر مال تو دیکھنا ہی پڑے گا۔ اس کے... کمیشن کیسے مقرر ہو سکتا ہے۔ پرسوں تک اگر یہ سب... ہو گیا تو سمجھ لو کہ تمہارا مال بے خوف و خطر نکل جائے... اس سے پہلے میں تم لوگوں پر اعتبار کرتا رہا ہوں ا... لوگوں کی باری ہے اور یقین کرو کہ تم لوگوں نے بالکل... بندہ چنا ہے۔ میں جو کچھ سوچ کر اس جاب میں آیا تھا... مجھے سو بھی ایمانداری سے نہیں مل سکتا۔ اس بات کا اند... مجھے ان چند ماہ ہی میں ہو گیا ہے۔ اس لیے میرا ت... ساتھ اب بہت لمبا چلے گا۔" وہ بہت اطمینان کے س...

بات کر رہا تھا۔ مگر عشب کے حواس تو بس یہیں تک ساتھ دے سکے تھے۔ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ اس سے آگے محتشم نے کیا بات کی اس سے سنی ہی نہ گئی۔ جو کچھ سنا تھا فی الوقت تو وہی دھڑکنیں روک دینے کو کافی تھا۔

اس کی گفتگو مختصر مگر اس قدر جامع تھی کہ کچھ غلط سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر پھر بھی عشب کو اپنی سماعتوں پر شبہ ہونے لگا تھا۔

وہ موبائل آف کر کے اٹھا تب تک عشب آنکھوں پر بازو رکھ چکی تھی۔ اس نے بستر پر آ کر عشب کو بغور دیکھتے ہوئے شاید اس کی نیند کا اندازہ کیا اس کے بعد اطمینان سے لیٹ گیا۔ وہ تو کچھ دیر کے بعد سو گیا مگر عشب کے ساتھ اس کے تمام وسوسے اور خوف و خدشات جاگ اٹھے۔ جس دن اور جس دلخراش حقیقت سے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہی تھی وہ یکدم ہی نظروں کے سامنے برہنہ ہو گئی تھی۔

''اوہ میرے خدایا۔ یہ سب خواب ہے۔'' اس نے آنکھیں سختی سے میچتے ہوئے خود کو باور کرایا تھا۔ مگر دکھ اور صدمے کا شدید احساس اس کی رگوں میں اذیت دوڑا گیا۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تو وہ آہستہ سے اس کی طرف سے کروٹ بدل گئی۔

❖❖❖

چند دنوں کی خاموشی کے بعد محتشم نے خود ہی اس کی طرف پیش قدمی کی تھی جو کہ بہت فطری سی بات تھی۔ وہ دونوں جس رشتے میں منسلک تھے وہ لمبی ناراضگی کا متقاضی ہی نہیں تھا۔ مگر عشب ہمیشہ کی طرح اس کی پذیرائی نہیں کر پائی تھی۔ اسے محتشم سے عجیب سا خوف آنے لگا تھا۔ وہ اس سے کھنچی کھنچی رہنے لگی تھی مگر اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس کو راز دار کرے۔

''ماما اور بابا تو......'' وہ ان دونوں کو بتانے کے تصور ہی سے لرز جاتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ محتشم ان دونوں کی زندگی کی امید ہے۔ اور ابھی وہ شدید اعصابی تناؤ کی کیفیت میں تھی جب اسے پتا چلا کہ وہ ایک نئی زندگی تخلیق کرنے کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ وہ اس قدر خوشی کی خبر سن کر سکتے کی کیفیت میں آ گئی۔ ربداء کی خوشی کا تو یہ عالم تھا کہ انہوں نے ابھی سے اس کا صدقہ دلوا دیا۔ غریبوں میں روپے بانٹے۔ وہ بار بار اسے ڈاکٹروں کی طرح نصیحتیں کر رہی تھیں۔ مگر وہ پہلی رات عشب کے لیے بہت بھاری تھی۔

''حرام کی کمائی۔ ایک راشی پولیس آفیسر کی اولاد۔''

سوچوں کے خوفناک در تھے جو ایک کے بعد ایک وا ہوئے چلے جا رہے تھے۔

کیا مجھے موی سے بات کرنا چاہیے؟

کیا وہ میری خاطر یہ جاب چھوڑ دے گا؟

اور اگر نہ چھوڑی تو؟

کیا میں ساری عمر اس طرف سے آنکھیں بند کر کے زندگی گزار لوں گی؟

کیا گارنٹی ہے کہ حرام کی کمائی سے پرورش پانے والی اولاد بدکار و بدکردار نہیں ہو گی؟

اگر موی نے جاب نہ چھوڑی تو کیا مجھ میں اتنا حوصلہ ہے کہ میں اسے چھوڑ سکوں؟

بس...... یہیں آ کر اس کی سوچوں کے ساتھ ساتھ اس کا سانس بھی تھمنے لگتا تھا۔ یہ سوالات تو خوفناک مگرمچھوں کی طرح پچھلے کئی دنوں سے منہ پھاڑے اس کے سامنے کھڑے تھے۔

اور جب محتشم کو یہ خبر ملی تو وہ پاگل ہی ہو گیا تھا۔

''اوہ عاشی...... عاشی......'' اس نے عشب کو اٹھا کر کئی چکر دے ڈالے تھے۔

''میں خوش ہوں' بہت خوش ہوں۔'' وہ اسے شانوں سے تھامے بہت پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔

''تھینک یو عاشی۔ تم مجھے اس قدر انمول گفٹ دے رہی ہو۔'' اور وہ جواباً کچھ بھی نہیں کہہ پائی۔ اس کی اس قدر خوشی اور جوش سے تمتماتے چہرے کو دیکھ کر اس کے

تمام سوال اندر ہی دم توڑ گئے۔ مگر اندر کے غبار نے اسے اس قدر بے حال کیا ہوا تھا کہ وہ اس کے اس قدر پر محبت انداز پر اس کی بانہوں میں سمٹ کر رو دی۔ وہ اس کے آنسوؤں کو گزشتہ دنوں کی ناراضگی سے تعبیر کر رہا تھا اس لیے بہت نرمی سے اس کی پشت تھپتھپاتا اس کو میٹھی میٹھی سرگوشیوں سے منا تا رہا تھا۔

سوچوں کا ایک الاؤ تھا جس میں پل پل وہ جھلس رہی تھی۔ مگر بچ نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اور اس قدر ٹینشن اور خوفزدہ کر دینے والی سوچوں کا سارا اثر اس کی صحت پر پڑ رہا تھا جس کی جانب سے وہ بالکل بے پروا ہو چکی تھی مگر ربدا اس معاملے میں بہت سختی برتی تھیں۔ انہوں نے باقاعدہ اس کے لیے ڈائٹ چارٹ بنا رکھا تھا جس کے مطابق وہ تمام غذائیت و توانائی سے بھرپور غذا میں اس کے کھانے میں شامل کرتی تھیں اور چاہے عشب کا جی چاہ رہا ہوتا یا نہیں، یہ سب کھانا اس کی مجبوری تھا۔ مگر پھر بھی اس کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور نہ ہی چہرے پر رونق دکھائی دیتی تھی۔

وہ اندر ہی اندر محتشم کے اصل روپ کے بارے میں سوچ سوچ کر گھلتی جا رہی تھی اور جب دل ہی مطمئن نہ ہو تو ظاہری صحت کیسے بن سکتی ہے؟ مگر اب خود عشب کو بھی لگتا کہ اگر اس نے یہ راز کسی کے ساتھ شیئر نہ کیا تو وہ خود ہی کچھ کر بیٹھے گی۔ بعض اوقات تو شدید ذہنی تناؤ اس کی حالت بگاڑ دیتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک آدھ بار مزید محتشم کی ''کاروباری گفتگو'' سنی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ محتشم کا گریبان پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالے۔ آخر وہ اتنا بے حس کیسے ہو گیا تھا۔ وطن سے محبت اور وطن کی خاطر جان دینے کی باتیں کرنے والا اس قدر بے ضمیر کیسے بن گیا تھا؟ فقط کاغذ کے چند ٹکڑوں کی خاطر وہ وطن دشمن عناصر کا آلہ کار بن بیٹھا تھا مگر اب اسے محتشم سے خوف آنے لگا تھا۔ جو شخص وطن کی محبت میں کٹر ہونے کے باوجود اس قدر گراوٹ کا ثبوت دے سکتا تھا وہ بھلا عشب کی محبت کو کس درجے پر رکھتا ہوگا؟

اور یہی وہ بات تھی جس کا جواب سننے کی عشب میں برداشت نہیں تھی۔ اپنی ملازمت کی فوقیت تو وہ پہلے ہی ہٹ دھرمی سے جتلا چکا تھا۔

میں تو تمہارا ایسا روپ برداشت نہیں کر پا رہی محتشم جب تم میری محبت کو بھی یونہی روندو گے تو میں...... میں مر جاؤں گی محتشم نیازی۔

آدھی آدھی رات کو اٹھ کر بے پناہ ذہنی ٹینشن کے زیر اثر وہ روتی رہتی تھی اور وہ بے خبر اور لاپروا پرسکون نیند سو رہتا تھا۔

❖❖❖

''دیکھو یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے۔ رشید ڈوگر جیسے دہشت گرد سے تو محکمہ پولیس بھی ڈرتا تھا۔ اب وہ گرفتار ہوا ہے تو وہ سخت پہرے میں ہے۔''

وہ اسٹڈی روم کی صفائی کر رہی تھی، جب محتشم کی بیڈ روم میں سے آنے والی آواز اسے چونکا گئی۔ وہ کتابیں یونہی بکھری چھوڑ کر تیزی سے دروازے کے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئی۔

''ہاں، یہ تو ہے کہ وہ ریمانڈ کے لیے ہفتہ بھر میری کسٹڈی میں ہوگا مگر اس کے بعد جب اسے جیل بھجوا دیا جائے گا تب معاملہ میرے اختیار سے باہر ہوگا۔ اس لیے یہ ڈیل جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔'' وہ تفصیل بتا رہا تھا۔ عشب پسینوں میں ڈوبنے لگی۔

''ڈیڑھ کروڑ سے ایک پیسہ بھی کم نہیں ہوگا۔''

اس کی سماعتوں پر جیسے بم گرا تھا۔

اس قدر گر گیا تھا وہ روپوں کی خاطر کہ وہ رشید ڈوگر جیسے ظالم اور بربریت پسند دہشت گرد کی آزادی کا سودا کر رہا تھا۔ اسے ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا کہ اس کی آزادی کتنے لوگوں کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اس نے چکراتے ہوئے ذہن کے ساتھ دیوار کا سہارا لیا۔

اندر وہ تفصیل سے اپنا پلان ڈسکس کر رہا تھا۔

''میرا کام فقط اتنا ہوگا کہ اسے بھاگ نکلنے کا موقع دے دوں۔ اب آگے کی ذمے داری فقط تم لوگوں کی

ہو گی۔ عملہ میرا وفادار ہے' اس لیے ڈونٹ یو وری۔ ایک آدھا باہر کا بندہ بھی ہے مگر ان سے بھی میری بات ہو چکی ہے۔" وہ رک کر شاید دوسری طرف کی بات سننے لگا تھا پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"کوئی بھی غداری نہیں کرے گا۔ پچاس لاکھ چھوٹی رقم نہیں ہے۔ اٹس اے بگ اماؤنٹ۔ اینی وے۔ میں اپنا کام کروں گا' تم لوگ اسے کیسے اٹھاتے ہو' یہ تمہاری پرابلم ہے۔" قدرے وقفے کے بعد وہ بشاشت بھرے انداز میں بولا۔

"میری فکر مت کرو۔ جاب کی کسے پرواہ ہے۔ ایک بندے کے بدلے میں ایک کروڑ برا نہیں ہے۔ جاب کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ یہ سیڑھی بہت اوپر تک گئی ہے۔ ہم تو ابھی طفل مکتب ہیں۔ اور ترقی کے امکانات بہت روشن دکھائی دے رہے ہیں۔ اس ڈیل نے مجھے صحیح معنوں میں آفیسرز کی گڈ بکس میں شامل کر دیا ہے۔" وہ بے حد لاپروائی اور بے فکرے پن سے گفتگو کر رہا تھا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عشب کی موجودگی سے قطعی لاعلم ہے۔ اور ابھی وہ اس کے اختتامی جملے سن کر وہاں سے ہٹنے کی ہمت مجتمع کر ہی رہی تھی کہ وہ اسٹڈی روم کا دروازہ کھول کر اپنی ہی جھونک میں اندر داخل ہوا مگر اسے دیکھ کر جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

عشب کو اپنے روم روم سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔

"تم...... یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ بے حد تیزی سے خود کو سنبھال گیا تھا۔ مگر عشب ایسی سچوئیشنز کی عادی ہی کب تھی کہ اپنے لرزیدہ وجود کی شکستگی کو چھپا سکتی۔ پھر بھی اس نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ بمشکل جواب دیا تھا۔

"میں...... ڈسٹنگ کر رہی تھی۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ پسینے میں ڈوبی ہوئی ہو۔" وہ بغور اسے دیکھتا اس کے مقابل آ گیا تھا۔

"ہاں...... ٹھیک ہوں......" اس کی حالت ابھی بھی نہیں سنبھلی تھی۔

"تو پھر اتنی زرد کیوں ہو رہی ہو؟ یقیناً تم اپنی ڈائٹ کا دھیان نہیں رکھتیں۔ میں ماما سے شکایت کروں گا۔" وہ ہمیشہ کی طرح بے پناہ محبت جتا رہا تھا۔ وہ جو اس کے لیے سراپا توجہ' سراپا محبت تھا' دوسروں کی زندگیوں سے کتنی بے دردی سے کھیلنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

"اپنا نہیں تو ہمارے بچے ہی کا خیال کرو۔ اسے بہت ہیلدی ہونا چاہیے اور اس کے لیے تمہاری ڈائٹ بہترین ہونی چاہیے۔" عشب کو اس کی بانہوں میں پہلی بار بہت گھٹن محسوس ہوئی تھی۔ اس کے قرب سے شدید گھن محسوس ہوئی تھی۔ اس کا لمس اس قدر اجنبی لگا کہ وہ بے اختیار اس کی گرفت جھٹک کر اس کی بانہوں ہی سے نہیں' گھر سے بھی باہر نکل گئی۔

وہ پرسوچ نظروں سے دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

وہ بہت روئی تھی' بہت تڑپی تھی۔ مگر حد تو یہ تھی کہ یہ مسئلہ گھر میں کسی کے ساتھ شیئر کرنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ بابا اور ربداء کو تو وہ یہ سب بتانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لے دے کے اسے ایک ہی قابل اعتماد شخص لگا تھا اور وہ تھا' عدیم رضا' بے حد ایماندار و پرجوش کرائم رپورٹر' سرکل میں جسے دوسرا ارقم نیازی گردانا جاتا تھا۔

ربداء اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں۔ عشب نے گویا اپنے دل پر پاؤں رکھتے ہوئے عدیم کا نمبر ملایا تھا۔

وہ اس وقت اپنے آفس میں تھا۔ عشب کو فون پر موجود پا کر خوشگوار سی حیرت میں گھر گیا۔

"خیریت تو ہے بھابی؟"

"بھائی آپ سے کچھ ضروری ڈسکشن کرنی ہے۔" وہ اپنے تئیں پچھلے دنوں میں خود کو بہت بے حس بنا چکی تھی مگر اب جب اس نے بات شروع کی تو اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"سب ٹھیک تو ہیں ناں؟" عدیم کی پریشانی فطری تھی۔ اس کا دھیان سب سے پہلے مقتشم کی طرف گیا تھا۔

"ہاں۔ سب ٹھیک ہیں۔" وہ اپنی آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولی مگر ہاتھوں' پیروں کی سنسناہٹ

urdunovels.net

اس کے بس سے باہر تھی۔ ”کیا آپ مجھ سے مل سکتے ہیں۔ ارجنٹ؟“

آنسو اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے مگر اس نے لہجے کو قابو میں رکھا تھا۔ عدیم کو کسی انہونی کا احساس ہونے لگا تھا۔

”میں فوراً آ رہا ہوں بھابی۔“ وہ تیزی سے بولا۔ اس سے آگے عشب کی بھی بات کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

اگلے چند منٹوں میں وہ عشب کے مقابل موجود تھا۔

”آپی کدھر ہیں؟“

وہ کھڑے کھڑے ہی پوچھنے لگا تھا۔

”وہ سو رہی ہیں۔ آپ بیٹھیں۔“ اس کی آواز کے بھاری پن نے عدیم کو چونک کر اس کا بغور جائزہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ اس کی گریہ وزاری کی گواہی دے رہا تھا۔ وہ بمشکل اپنے تجسس پر قابو پاتا صوفے میں دھنس گیا۔

اگلے چند لمحوں میں وہ روتی جا رہی تھی اور جو کچھ بتا رہی تھی' وہ عدیم کے دماغ کو جھنجھنا کر رکھ گیا تھا۔

”بھابی! آپ کو یہ سب کیسے؟“

”وہ فون پر جانے کس کس سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آدھی رات کو اٹھ کر موبائل فون لیے باتھ روم میں چلے جاتے ہیں۔ بس اتفاق سے......“ اس کی آواز حلق میں اٹکنے لگی' جب کہ عدیم بے چارہ ہق دق سا بیٹھا تھا۔ بہت دقتوں سے وہ کچھ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

”بھابی! ہو سکتا ہے کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو؟“

”نہیں۔“ اس نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ شدت گریہ سے اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں مگر ابھی بھی اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

”میں نے ان کی ایک ایک بات غور سے سنی ہے۔ پہلے مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا' وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں' کس چیز کی کمی ہے انہیں۔ میں تو اپنی کہی ہوئی ساری باتیں بھلا چکی تھی اور وہ انہی کو سچ کرنے چلے ہیں۔“

”مجھے تو خود بھی یقین نہیں آ رہا۔“ عدیم سخت ا... میں تھا۔ ”میں بچپن سے اس کے ساتھ ہوں۔ اس کے کردار میں' میں نے کبھی بھی گراوٹ نہیں پائی۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔“

”تو میں کب سوچ سکتی تھی کہ وہ......“ وہ گلا بھاری ہو جانے کی وجہ سے کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔

”آپ نے کسی اور سے تو یہ سب نہیں کہا نا؟“ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد عدیم نے پرتشویش انداز میں پوچھا تو اس نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

”موی سے اس بارے میں کچھ پوچھا ہے آپ نے؟“ اب کی بار بھی اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”وہ اپنی جاب سے متعلق کچھ بھی نہیں سنتے۔“

”ہوں۔“ عدیم کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ پھر اس نے جانچتی نظروں سے عشب کی طرف دیکھا۔

”تو پھر اب آپ کیا چاہتی ہیں۔ کیا مجھے اس کے خلاف رپورٹ کر دینی چاہیے؟“

”نن...... نہیں......“

عدیم نے جتنے رسان سے پوچھا تھا' عشب نے اسی قدر تیزی سے کہا۔

”پھر؟“ وہ استفہامیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

”عدیم بھائی پلیز۔ آپ انہیں سمجھائیں۔ وہ یہ سب ٹھیک نہیں کر رہے۔“

”بھابی! گستاخی معاف۔ مگر آپ کا رشتہ اس سے ایسا ہے کہ آپ کھل کر اس سے بات کر سکتی ہیں۔“ اب کی بار عدیم کچھ حیران ہوا تھا۔ عشب نے کچھ کہے بغیر نفی میں سر ہلا دیا۔ عدیم نے گہری سانس اندر کھینچی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوکے...... میں ہی کچھ کرتا ہوں۔“

”خیال رکھیے گا عدیم بھائی۔“ وہ بے تابانہ انداز میں کہتے ہوئے اٹھی تو اتنی پریشانی میں بھی عدیم کے ہونٹوں پر

ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"پریشان نہ ہوں۔ میں سنبھال لوں گا۔"

عدیم کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ محتشم کے اس روپ سے سمجھوتا کرنا آسان تو نہیں تھا۔

"یا خدا! کیسا گرداب ہے جس میں پھنستی جا رہی ہوں اور بے بسی کی حد ہے کہ کسی کو مدد کے لیے پکار بھی نہیں سکتی۔"

کھانے کی میز پر بھی وہ بے حد خاموش رہی تھی۔ جس پر بابا جان کی طرف سے اسے ایک طویل مگر پر شفقت لیکچر سننا پڑا۔

"آج اسی گدھے کو بھی آ لینے دو۔ خوب کان کھینچوں گا اس کے۔ بہت ایمانداری کی باتیں کرتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ سب سے پہلے اپنے آپ سے اپنے گھر والوں سے ایمانداری کی ابتدا کرنی چاہیے۔" بابا جان محتشم پر بھی خفا ہو رہے تھے۔ نوالہ عشب کے حلق میں پھنسنے لگا تو اس نے تیزی سے پلکیں جھپکتے ہوئے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا۔ محتشم آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔

"کیسی ہو؟" کچھ کہے بغیر عشب نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتا اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"بہت سست لگ رہی ہو۔ پہلے تم بہت فریش ہوا کرتی تھیں۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ عشب کا دل بھاری ہونے لگا۔ کتنا اجنبی لگنے لگا تھا وہ۔ کچھ کہتے ہوئے بھی ایک جھجک ایک خوف روک رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"کوئی پرابلم ہے عاشو؟" اب بھی اس کے لہجے میں محبت کے بجائے نرم سی سنجیدگی تھی۔ اور وہ جو اتنے دنوں سے دل پر بوجھ رکھے ہوئے تھی' اسے اتنی سی ہمدردی ہی کافی تھی۔ بے اختیار اس کے شانے سے ماتھا ٹکا کر رو دی۔ اس کا ہاتھ عشب کے بالوں میں آ ٹھہرا۔

"ایزی...... عشب بس کرو۔" محتشم نے اسے شانوں سے پکڑ کر سامنے کیا تو اس کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اور متورم آنکھیں دیکھ کر لب بھینچ کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے؟" گلاس میں پانی انڈیل کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے محتشم نے پوچھا تو وہ یونہی بے تاثر انداز میں بیٹھی رہی۔

محتشم نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ وہ خاموشی سے پانی پینے لگی۔

"اب بتاؤ' وہ کون سی بات ہے جو تمہیں اتنا تنگ کر رہی ہے۔" اپنی اندرونی اکھاڑ پچھاڑ کے برعکس وہ بے حد سکون سے پوچھ رہا تھا۔ عشب نے بہت سنبھلتے ہوئے دوپٹے سے آنکھوں کو رگڑ کر خشک کرنے کی کوشش کی تو محتشم نے اس کا ہاتھ تھام کر روک دیا۔

"اتنی خوبصورت آنکھوں پر پہلے ہی تم کافی ظلم کر چکی ہو۔" اس نے بہت نرمی کے ساتھ اپنی پوروں سے اس کی آنکھیں خشک کی تھیں۔ عشب کو اپنا دل پگھلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"ہمارا پہلا رشتہ اعتماد کا ہے' عشب۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ پریشان کر رہا ہے تو اصولاً تمہیں سب سے پہلے مجھ سے شیئر کرنا چاہیے۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو میں بات کلیئر کر دوں گا۔ اس سے تمہاری پریشانی ختم ہو جائے گی اور مجھے بھی بہت اچھا لگے گا۔" وہ بے حد نرمی سے کہہ رہا تھا مگر عشب کو اس کے ایک ایک لفظ سے جھوٹ کی مہک آ رہی تھی۔ اگر اس نے عشب کو کچھ بتانا ہوتا تو سب سے پہلے اسے ہی اس راز میں شریک کرتا۔ وہ خود سے اس پر کچھ بھی آشکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عدیم سب کچھ سنبھال لے گا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" خود کو تیزی سے سنبھالتے ہوئے وہ سستی سے بولی۔ "بس یونہی دل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ رونے کو جی چاہ رہا تھا۔ آج کل مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔"

چند لمحے اسے یونہی دیکھنے کے بعد وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"تمہیں بہت خوش رہنا چاہیے' عشب۔ تمہارے

ڈیپریشن کا بچے پر بھی اثر پڑے گا۔"

"آپ کو بچے بہت اچھے لگتے ہیں؟" اس کے مدھم لہجے میں پوچھے گئے سوال پر وہ اٹھتے اٹھتے پھر سے بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر بے اختیار ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ اٹھی تھی۔

"پہلے تو میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔ مگر اب آج کل میں بہت خوش، بہت مطمئن اور ریلیکس فیل کر رہا ہوں۔ مجھے اپنے بچے کے بارے میں سوچنا، باتیں کرنا اور اس کے فیوچر سے متعلق ڈسکس کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔" وہ بولتے بولتے چونک کر عشب کو دیکھنے لگا۔ "تم نے کیوں پوچھا؟"

"یونہی۔" وہ کترا کر نظریں پھیر گئی۔

محتشم کی پیشانی پر شکنیں پھیلنے لگیں۔

"میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں، عشب۔ میں جانتا ہوں کہ تم ڈسٹرب ہو مگر تم مجھ سے اپنی فیلنگز شیئر نہیں کرنا چاہتیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" عشب نے اپنی بات پر زور دے کر کہا مگر وہ کچھ کہے بغیر اٹھ کر یونیفارم بدلنے چلا گیا۔

"یا خدا۔ میری مدد فرما۔ مجھے ہمت عطا کر۔"

اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئی تھیں۔

❖❖❖

گھر میں داخل ہوتے ہی اسے ربداء کی سخت سست سننی پڑی تھیں۔ وہ منمنا کر اپنی صفائی ہی پیش کرتا رہ گیا۔

"ساری دنیا موجود تھی، ایک تم ہی غائب تھے گھر سے۔ فون کیا تو ایس پی صاحب تھانے سے بھی غائب تھے۔ موبائل کوئی ریسپانس ہی نہیں دے رہا تھا، جیسے کسی دوسرے سیارے میں ڈیوٹی لگ گئی ہو۔"

"خدا کی قسم، ماما! ہٹلر کا زنانہ ایڈیشن لگ رہی ہیں۔ میٹنگ میں تھا، موبائل کیسے آن رکھتا۔ اور وضاحت کریں، سارا زمانہ کس خوشی میں یہاں موجود تھا؟" اکتا کر اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اس نے ٹھنک کر پوچھا تو وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"شاید صاحب بہادر کو یاد نہیں کہ ان کی ایک عدد بیوی بھی ہے جس کا آج برتھ ڈے ہو سکتا ہے۔" ان کے استہزائیہ انداز پر محتشم اپنی عقل کو کوس کر رہ گیا۔

"اوہ شٹ......"

"بائی دا وے، یہ کون سی میٹنگ تھی جس سے متعلق تمہارا عملہ کچھ بتانے سے معذور تھا؟" ربداء نے اسے گھورا تو وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"بہت پرسنل اور سیکرٹ بات ہے، ماما۔ آپ میسج چھوڑ دیتیں نا۔ مجھے اطلاع مل جاتی۔"

"بہت اچھی لگتی، میں تھانے میں تمہاری بیوی کے برتھ ڈے کا میسج دیتے ہوئے۔" ربداء تو شاید اسے اچھی طرح جھاڑنے کا پروگرام بنائے ہوئے تھیں۔

"ماما، آپ بھی بس......" وہ جھنجلا کر سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"کھانا تو کھا لو۔"

"کھا کے آ رہا ہوں۔" وہ انہیں جواب دیتا اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دل کو تاسف گھیرے ہوئے تھا۔ عشب ان چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا بہت دھیان رکھتی تھی۔ خود وہ بھی بہت اچھی یادداشت کا مالک تھا مگر آج بہت اچانک میٹنگ کی وجہ سے کچھ بھی ذہن میں نہیں رہا تھا۔ وہ عشب کے متوقع رویے سے متعلق سوچتا اندر داخل ہوا تو وہ لان کی کھڑکی کھولے کھڑی تھی۔ بلا روک ٹوک اندر آتی سرد ہوا موسم سرما کی آمد کی نوید دے رہی تھی۔

"ہیلو......" اس کی پشت پر جا کر اس کے شانے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے اس نے آہستہ سے کہا تو وہ پوری کی پوری اس کی طرف مڑ گئی۔ وہ مبہوت سا ہونے لگا۔ کاٹن کے زرد اور سبز ایمبرائیڈڈ لباس میں ملبوس وہ بہت سادہ مگر حد سے زیادہ دلکش لگ رہی تھی۔ بے حد فریش اور پرسکون۔ بہت سے لمحے اس نے بے خودی میں گزار دیے۔ آج کتنے دنوں کے بعد اسے وہ پہلے والی عشب لگی تھی۔

"بالکل ٹھنڈی ہو رہی ہو تم۔ اتنی سرد ہوا میں کیوں کھڑی ہو؟" اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیے وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ آہستہ سے مسکرا دی۔ اس کے انداز میں محتشم کے لیے بہت حیرت مگر طمانیت بھی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کے یوں دیر سے آنے پر وہ لڑے جھگڑے گی مگر اس کا روپ تو اس قدر دلفریب تھا کہ محتشم بے خود ہو کر رہ گیا تھا۔ کھڑکی بند کر کے اسے بازو کے گھیرے میں لیے وہ بستر کی طرف آیا اور اسے بٹھا کر خود بھی اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"مسز! میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"کیوں؟" وہ معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ محتشم قدرے حیران ہوا۔

"آج تمہارا برتھ ڈے تھا یار۔ میں میٹنگ میں ایسا پھنسا کہ اٹھ ہی نہیں پایا۔ بہت جلدی کرتے کرتے بھی ساڑھے گیارہ اور گھر پہنچتے پہنچتے بارہ بج گئے۔" وہ حقیقتاً نادم تھا۔ پچھلے دو ہفتوں سے اسے اٹھارہ اکتوبر کی تاریخ اچھی طرح یاد تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کی برتھ ڈے سے متعلق پلان کر رہا تھا۔ اس کے لیے گفٹ خرید کر رکھا تھا۔ ہوٹل میں ڈنر کا پروگرام بنایا تھا مگر سب کچھ چوپٹ ہو گیا تھا۔

"میری پیدائش کا جشن تین روز تک منایا گیا تھا۔ آپ اگلے دو دنوں میں بھی مجھے گفٹ دے سکتے ہیں۔ میں بالکل مائنڈ نہیں کروں گی۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تو کچھ یاد آنے پر وہ اس کا ہاتھ دبا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ لاکر میں سے مخملیں کیس نکال کر اس کی طرف پلٹا۔ کھول کر اس کے سامنے کیا۔

"یہ خالصتاً میری جاب کے پیسوں سے بنا ہے۔ یعنی حق حلال کی کمائی سے۔" گولڈ کا بے حد خوب صورت اور نازک سا بریسلٹ عشب کو یکلخت ہی کسی بچھو سے مشابہ لگا تھا۔ وہ بمشکل مسکرائی۔ اس کی خاموشی پر وہ پھر بولا۔

"ویسے اب اپنی پے میں سے تو یہی لا سکتا تھا۔ ہاں کبھی لمبا ہاتھ مارا تو پھر......"

"محتشم۔" وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔ جب کہ وہ ہنس رہا تھا۔

"بکواس کر رہا ہوں یار۔ بتاؤ کیسا ہے؟" اس کے پوچھنے پر دل پہ بہت جبر کرتے ہوئے عشب نے بریسلٹ کی طرف دیکھا۔

"بہت خوب صورت ہے۔" اس نے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ تو محتشم نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کم از کم آج تو چائے پانی کے بغیر بالکل بھی نہیں۔"

"موی۔" وہ سرخ پڑ گئی تو وہ ہنستے ہوئے اس کی کلائی میں پڑی چوڑیاں پیچھے کر کے بریسلٹ پہنانے لگا۔

"اب تم نے کبھی مجھے موی نہیں کہا۔ شادی کے بعد ایسی آپ جناب پر لگی ہو کہ میں تو بس اسی بلی جیسی عشب کو ڈھونڈتا ہی رہ گیا ہوں۔"

"آپ کو اچھا نہیں لگتا یوں عزت کرانا؟" وہ مسکراہٹ دبائے پوچھتی محتشم کو جان سے بھی پیاری لگی تھی۔

"اچھا۔ یہ تو میری طرف سے گفٹ ہو گیا۔ اب تم بتاؤ تمہیں کیا چاہیے؟" وہ اس کی دلکشی کو اس سے پوری شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بہت دنوں کے بعد وہ بے حد موڈ میں تھا۔ عشب نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اپنی کائنات اس پر نچھاور کرنے کو تیار بیٹھا ہو۔ عشب نے اپنی انگلیوں کو مسلا اور بمشکل بولی۔

"جو مجھے چاہیے وہ آپ دے نہیں سکتے۔"

"سب سے قیمتی شے تو میرے پاس جان ہی ہے اگر کہو تو......" وہ مسکرایا تھا۔ عشب دہل کر رہ گئی۔

"خدا نہ کرے۔"

"چلو پرامس۔ اب جو مانگنا ہے فوراً مانگ لو۔ کیونکہ پھر میں تمہاری برتھ ڈے کی خوشی میں تم سے بھی کچھ مانگنے والا ہوں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"آپ......" عشب کے ہونٹ لرزے تھے۔

urdunovels.net

''پرامس کریں غصہ نہیں کریں گے۔''

''آج کس کافر کو تم پر غصہ آسکتا ہے۔'' وہ ہنوز لاپروا موڈ میں تھا۔ عشب نے اس کی یونیفارم شرٹ پر سجے اس کے نام کے بیج پر ایک نظر ڈالی اور بہت ہمت مجتمع کرنے کے بعد بولی۔

''آپ یہ جاب چھوڑ دیں۔''

اس کی آنکھوں کی شوخی اور نرمی کو تحیر میں بدلتے دیر نہیں لگی تھی۔

''بابا جان کو آپ کی ضرورت ہے۔ اتنا بڑا بزنس ہے' اسے دوسروں کے کاندھوں پر چھوڑنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اور پھر......'' وہ اسے کنوینس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ محتشم نے گہری نظر سے اس کے تاثرات دیکھے تھے پھر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

''جو تم چاہتی ہو وہ بتاؤ۔''

''آپ یہ جاب چھوڑ دیں۔'' اس کی آواز مدھم سی تھی۔ محتشم کو سنجیدہ ہوتے دیر نہیں لگی تھی۔

''کیوں؟''

''میں جو کہہ رہی ہوں۔'' وہ بہت مان سے بولی۔

''لیکن کیوں؟''

''نہیں یونہی۔'' وہ اسے اپنے دھڑکوں سے متعلق کیا بتاتی۔ چند لمحوں تک اسے دیکھنے کے بعد وہ مدھم مگر سلگتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''یونہی نہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ اصل بات کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔ تم مجھے ان پولیس آفیسرز کی کیٹگریز میں شمار کرتی ہو جو بددیانت' راشی اور ننگ وطن ہیں۔ تم نے نہ کبھی پہلے میرا اعتبار کیا تھا اور نہ اب کرتی ہو۔'' وہ یکلخت ہی بھڑک اٹھا تھا۔ عشب کی رنگت زرد پڑ گئی۔

''ایسا نہیں ہے۔''

''ایسا ہی ہے۔'' وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولا۔ ''ایسا ہی ہے عشب۔ اول روز سے تم نے اپنے دل میں جو بداعتمادی اور بے اعتباری کا پودا لگایا تھا' اسے تم اب تک یقین کا پانی دے کر سینچتی رہی ہو۔ تم نے کبھی مجھ سے کوئی اعتبار کوئی یقین لینے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کبھی اپنے ڈر مجھ سے شیئر ہی نہیں کیے۔ بس خود سے ہی سب کچھ سوچتی رہی ہو۔ اور تمہارا یہ روپ......'' وہ اس کے دلفریب نقوش پر تیز سی نظر دوڑا کر قدرے رکا۔ پھر اسی انداز میں بولا۔

''میں اسے تمہاری محبت کا ایک انداز سمجھ رہا تھا' عشب مگر تم تو اس بازی میں اپنا آپ داؤ پر لگا رہی ہو۔ تمہارا یہ انداز' یہ سپردگی میرے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے ہے۔ بے مزے کی بات عشب کہ تم رشوت کے طور پر اپنے آپ کو پیش کر رہی ہو' ایک راشی آفیسر کے سامنے۔'' اس کے استہزائیہ لہجے میں ایک کاٹ سی اتر آئی تھی۔

''مومی پلیز۔'' اس کی رنگت تمتما اٹھی۔ ''آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔''

''اب ہی تو ٹھیک سمجھا ہوں' عشب۔ کہہ دو کہ یہ سب جھوٹ ہے۔''

''ہاں' یہ سب جھوٹ ہے۔'' وہ رو دی۔ بے بسی کی حد تھی۔ قصوروار ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے لہجے' اپنی آواز میں لرزش آنے نہیں دے رہا تھا۔

''تو پھر تمہیں میری جاب سے کیا پرخاش ہے؟ میں کبھی حرام کی کمائی اس گھر میں نہیں لایا پھر تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟''

''یہ میں نے کب کہا۔ مگر مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ پروفیشن بالکل بھی اچھا نہیں ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی لوگ اس دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔''

اس کا رونا محتشم کے اندر شرارے دوڑا رہا تھا۔

''تم بتاؤ' تمہیں مجھ پر کس بات کی بے اعتباری ہے؟'' اسے شانوں سے جکڑ کر اس نے جھٹکا دیا تھا مگر وہ مزید کچھ کہنے کے بجائے ہاتھوں میں منہ چھپائے روتی رہی۔

''مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہارا مطمع نظر جاننے کے باوجود تمہارے لیے اچھی فیلنگز رکھیں۔ کرنے کو تو میں بھی تم پر شک کر سکتا ہوں مگر اپنے اندر کے اعتماد

اور اعتبار کی بات ہوتی ہے۔" وہ جتانے والے انداز میں کہتا اس کے پاس سے اٹھ گیا تھا۔ بہت سے شکوے عشب کے ہونٹوں تک آ کر دم توڑ گئے۔ وہ اسے آئینہ دکھانا چاہتی تھی مگر اسے ہمت ہی نہیں ہوئی۔

❖❖❖

صبح ہی سے وہ بولائی پھر رہی تھی۔

آج ہی کے دن کے لیے محتشم نے ہر شید ڈوگر جیسے دہشت گرد کی ڈیل کر رکھی تھی۔ عدیم کو تمام صورت حال سے آگاہ کرنے کے باوجود وہ جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی مگر ایک پل کو بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" ربداء کو اس کی زرد رنگت پر تشویش ہوئی تھی۔

"بس یونہی۔ دل گھبرا رہا ہے۔" وہ تھک کر ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں کچھ کھایا پیا کرو تاکہ تمہاری صحت بھی اچھی ہو۔" کتنی ہی دیر وہ ربداء کے شانے پر سر رکھے یونہی بیٹھی رہی تھی۔ رات کا کھانا بھی اس نے برائے نام ہی کھایا تھا۔ دوپہر میں محتشم کا فون آ گیا تھا جو ربداء نے ریسیو کیا تھا۔ وہ آج ڈیوٹی پر ہی رہنے والا تھا۔ عشب کتنی ہی دیر تک عدیم کو فون ملاتی رہی مگر وہ کہیں بھی ٹریس نہیں ہوا تھا۔

"یا خدا رحم کرنا۔"

ساری رات اس کی نیند بھی بہت ڈسٹرب رہی تھی۔ اور صبح ہی صبح خبر آ گئی تھی۔

رات کمانڈو ایکشن میں محتشم نیازی شدید زخمی ہوا تھا۔ اس کے حواس وہیں جواب دے گئے۔ باقی کی بات اس نے سنی ہی نہیں تھی۔

"میں نے کہا بھی تھا۔ میں نے کہا تھا کہ یہ جاب چھوڑ دو۔" خود فراموشی کے عالم میں وہ بولی تو اس کے انداز میں اذیت کا تاثر تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ ربداء کے اوپر ڈھے گئی تھی۔ انہوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بمشکل اسے صوفے پر لٹایا تھا۔

❖❖❖

ایک ماہ کے اندر وہ کافی ریکور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی بھی وہ مکمل بیڈ ریسٹ پر تھا۔ اس کی ٹانگ پر لگنے والی گولی کا زخم کسی کسی وقت تکلیف دینے لگتا تھا۔

"کیا مس انڈرسٹینڈنگ ہے تم دونوں کے مابین عاشی۔ میری جان' سلجھاتے کیوں نہیں ہو تم دونوں اس مسئلے کو۔" ربداء نہ جانے کتنی ہی بار اس سے پوچھ چکی تھیں مگر نہ تو محتشم کچھ بتانے کو تیار ہوتا تھا اور نہ ہی عشب۔

ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں اپنی رنجش کو ان سے اور بابا جان سے مخفی رکھ لیتے مگر ہاسپٹل سے گھر آنے کے بعد محتشم نے بہت غصے سے عشب کو اپنے کمرے میں آنے سے روک دیا تھا۔ وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے ایک لفظ بھی نہیں سنا تھا۔ تب وہ اس سے الجھے بغیر نیچے ربداء کے کمرے میں آ گئی تھی مگر اب ان کا یہ رویہ گھر والوں کے لیے ایک معمہ بنا ہوا تھا۔ اور عشب خود بھی اس مسئلے سے ڈیپریسڈ تھی' یہ وہی جانتی تھی۔ اب بھی ربداء کی پوچھ گچھ نے اسے رنجیدہ کر دیا تھا۔ مگر وہ الجھنوں میں فیصلہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ مجھ سے خفا ہیں ماما۔" وہ شرمسار سے انداز میں بولی تو ربداء نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اتنی لمبی ناراضگی؟ بہت غلط بات ہے عاشی۔ اگر تمہاری غلطی ہے تو آرام سے جا کر ایکسکیوز کر لو اور اگر اس کی غلطی ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں اسے پوچھتی ہوں۔"

"میں خود بھی بہت تنگ آ گئی ہوں اس صورت حال سے ماما۔ میں خود ان سے بات کروں گی۔"

وہ وعدہ کرنے والے انداز میں بولی تو ربداء اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز بہت خفیف سی تھی۔ پھر بھی محتشم کی سماعت سے محفوظ نہیں رہ سکی تھی۔ کتاب پر سے نگاہ ہٹا کر اس نے دیکھا تو عشب کو پاکر اس کے تاثرات میں ناگواری اتر آئی۔ اس نے کتاب بستر پر

کھینچ دی تھی۔ اور سختی سے بولا۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" اس کے انداز پر عشب کو بہت ہتک کا احساس ہوا تھا۔

"یہ میرا بھی کمرہ ہے۔" اس نے جتانے والے انداز میں جواب دیا تھا۔

"تھا نہیں' تھا۔ اب تم نیچے شفٹ ہو چکی ہو۔" وہ دانت پیس کر حقیقت سے اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"لیکن میں یہیں رہنا چاہتی ہوں۔" وہ بڑی ہمت کر کے آگے بڑھی اور اس کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا' اٹھ بیٹھا۔

"کیوں؟ یہ تبدیلی کیسے؟ اب ایک راشی اور بددیانت پولیس والے کے ساتھ رہنے سے تمہارے مذہب کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا؟" وہ بے حد تلخی سے پوچھ رہا تھا۔ اس کے اس قدر لاتعلق اور بے اعتنائی سے پر انداز نے عشب کی پلکیں نم کردی تھیں۔ کتنی ہی دیر وہ کچھ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔

"میں...... میں بہت شرمندہ ہوں' موی۔" آنسوؤں سے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

"کس بات پر؟ بلکہ کس کس بات پر؟" وہ اسی تلخی سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے راشی اور بددیانت قرار دینے پر؟ مجھے غدار وطن سمجھنے پر یا پھر عدیم کی نظروں میں مجھے دو کوڑی کا ثابت کرنے پر۔" اس کے پاس تو ایک لسٹ تیار رکھی تھی۔ عشب کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ آپ......"

"بس۔" اس کے رندھے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے والے انداز کو دیکھ کر وہ ناگواری سے ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا تھا۔ "مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تمہیں کیا پتا تھا اور کیا نہیں۔" اس کے انداز کی ناگواری اور تلخی پر وہ اس کا ہاتھ تھام کر بے اختیار رونے لگی تھی۔

"یوں مت کریں' میرے ساتھ پلیز۔"

وہ لب بھینچے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ مجرموں کو ٹریپ کرنے کے لیے آپ کسی قسم کا لائحہ عمل تیار کر رہے ہیں۔ میں نے تو صرف فون پر ہی آپ کی باتیں سنی تھیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ لوگ ان کو پھانسنے کے لیے......" اس کی خاموشی سے عشب کو کچھ حوصلہ ہوا تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا عشب' مجھ پر اعتماد کرو۔ اعتبار کرو' اپنی سوچیں میرے ساتھ شیئر کرو۔ مگر تم اول روز سے......" وہ دانت پر دانت جمائے بھینچے بھینچے انداز میں تلخی سے بولا تو وہ بعجلت اس کی بات کاٹ گئی۔

"یقین کریں' شادی کے بعد میں نے کبھی ایسا سوچا تک نہیں تھا۔ جتنی محبت آپ نے مجھ سے کی ہے' اتنی ہی میں نے بھی اپنے دل میں آپ کے لیے محسوس کی ہے۔ اس محبت پہ الزام مت رکھیں' پلیز۔ صرف ان فون کالز نے غلط فہمی پیدا کردی تھی اور بس۔" وہ اس کی الزام تراشی پر تڑپ اٹھی تھی۔

"لیکن تم نے مجھے قابل اعتماد تو نہیں سمجھا ناں۔ مجھ سے اچھا تو عدیم ہی رہا جس کے سامنے تم نے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا۔ اونہہ۔ تم نے سوچا ہوگا کہ پھانسی ہو جائے گی تو تمہاری بھی جان چھوٹ جائے گی۔ چچ...... چچ...... مگر میری تو پروموشن ہو رہی ہے۔ میڈل سے نوازا جا رہا ہے۔"

"ایسی باتیں مت کریں محتشم۔ خدا گواہ ہے کہ تب سے اب تک میں ایک رات بھی سکون سے نہیں سوئی ہوں۔ آپ نہیں جانتے' یہ دن میں نے کتنی تکلیف سے کاٹے ہیں۔ پتا نہیں میں مر کیوں نہیں گئی۔" وہ بے حد بے بسی اور بے چارگی سے بولی تھی۔ اس کے آنسو متواتر محتشم کے ہاتھ کو بھگو رہے تھے۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ بات فقط اعتماد کی ہوتی ہے۔ تمہیں فون کالز کی وجہ سے مجھ پر شک ہوا تھا تو مجھ سے کنفرم کرتیں۔ کیا کرتا میں' جھوٹ بول دیتا تم سے؟ ایک بار کہہ کے تو دیکھتیں مجھ سے۔"

"تو آپ نے کون سا اعتبار کیا تھا مجھ پر۔ اگر عدیم بھائی نے سیدھے جا کر ساری بات آپ کو بتادی تھی' تب

آپ میری غلط فہمی دور بھی تو کر سکتے تھے۔'' وہ اب ٹینشن کے زیر اثر اس پر الٹ پڑی تھی۔

''میں کیوں اپنی صفائیاں پیش کرتا؟'' وہ سلگا تھا۔

''عدیم بھائی کو بھی پہلے ہی سے علم تھا کہ یہ سارا آفیشل معاملہ ہے۔ انہیں بھی آپ ہی نے منع کیا ہوگا۔''

''اچھا ہے نا' جس عذاب سے میں گزر رہا ہوں' تمہیں بھی اس کا اثر ہونا چاہیے۔'' وہ بے رخی سے کہہ رہا تھا۔

''میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ آپ کو سیدھے راستے پر لے آئیں۔ کیا یہ بات میری محبت کا ثبوت نہیں ہے کہ میں آپ کو کیسے کھو دیتی۔ کیا میری اتنی سی غلطی معاف نہیں کر سکتے' آپ۔ ویسے تو بڑے دعوے کرتے ہیں محبت کے۔'' وہ غصے میں آ کر الٹا سیدھا بول رہی تھی۔

''آپ مجھے ڈانٹ لیتے' مار لیتے' سمجھا سکتے تھے آپ مجھے۔ تمام صورت حال بتا کر غلط فہمی دور کر سکتے تھے کہ یہ سب رشید ڈوگر کے گینگ کو پکڑنے کا لائحہ عمل ہے۔ یہ سب یہ سب اس خبیث رشید ڈوگر ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ نہ وہ اریسٹ ہوتا اور نہ......''

''تمہارے منہ میں خاک۔'' یکلخت ہی محتشم کا موڈ بدلا تھا۔''اعتراف محبت کرتے کرتے کیوں پٹری سے اتر جاتی ہو؟''

''ہیں!'' وہ بے یقینی سے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں پچھلے ایک ہفتے سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں مگر تم آج اوپر آئی ہو۔'' وہ بالکل پہلے والا محتشم لگ رہا تھا' جو اس سے بہت محبت کرتا تھا۔

''آپ نے خود ہی تو مجھے کمرے سے نکال دیا تھا۔'' وہ پھر سے رو دی تھی۔ محتشم نے اس کے آنسو اپنی پوروں سے چن لیے۔

''وہ تو شدید غصہ تھا تم پر۔ مگر بس دو ہفتوں ہی میں اتر گیا۔ خیال آیا کہ کچھ اور نہ سہی تم محب وطن تو ہو ناں۔ کم از کم اپنے شوہر کو اپنے ملک پر پر یقر تو نہیں کر تیں ناں۔ اور ہر پاکستانی کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔''

وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ مگر عشب جانتی تھی جو غلطی اس سے ہو چکی تھی' وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اب فراخ دلی دکھاتے ہوئے اسے احساس دلائے بغیر معاف کرنا چاہ رہا تھا۔

''تو یہ آپ پہلے بھی سوچ سکتے تھے۔'' وہ منہ پھلا کر بولی تو اس نے یاد دلایا۔

''میں پہلے تم سے ناراض تھا۔''

''تو اب راضی کیوں ہوئے ہیں؟'' وہ یونہی بولی تو وہ بڑے پر جوش انداز میں اسے بتانے لگا۔

''ایکچو یلی میں نے اپنے بے بی کا نام سوچ لیا ہے' وہ میں بس تم سے شیئر کرنا چاہتا تھا۔''

''اف......'' عشب کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

وہ بے اختیار ہنس دیا۔ پھر قدرے جتانے والے انداز میں بولا۔

''ساری بات اعتماد کی ہوتی ہے' عاشو۔ میں یہ سوچ کر سب کچھ بھول گیا ہوں کہ تم نے میری محبت میں یہ سب کیا ہے۔''

''تو ٹھیک ہے نا۔ واقعی میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔'' وہ فوراً جذباتی ہونے لگی۔ محتشم نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر شرارت سے پوچھا۔

''کس وقت کرتی ہو یار؟ مجھے پتا کیوں نہیں چلتا؟''

اپنی شوخی پر اس کا تمتمایا چہرہ دیکھ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔